عمران سیریز 35 ابنِ صفی

جزیروں کی روح



عمران سیریز نمبر 35

جزیروں کی روح

دوسرا حصہ

پیشرس

بوغا کے سلسلے کا دوسرا ناول ملاحظہ فرمائیے۔ ہو سکتا ہے بعض احباب اس پر معترض ہوں کہ بوغا کی کہانی طویل ہوتی جارہی ہے لیکن میرے ایسے پڑھنے والے اکثریت میں ہیں جن کا عرصے سے تقاضا تھا کہ پھر "شعلوں" کی داستان ہی کی طرح کوئی مسلسل کہانی پیش کی جائے۔ اتفاقاً عمران کا خاص نمبر لکھتے وقت بوغا کا کردار ہاتھ آگیا اور اس کردار میں مجھے کسی مسلسل کہانی کا کردار بننے کی صلاحیتیں بدرجہ اتم نظر آئیں، لہٰذا کہانی حاضر ہے۔

ابھی حال ہی میں "جاسوسی دنیا" کے کیپٹن حمید کے متعلق ایک فرمائش آئی ہے جو مجھے بھی پسند ہے۔ فرمائش ہے کہ ایک ناول ایسا لکھا جائے جس میں صرف کیپٹن حمید کے کارنامے ہوں۔ کرنل فریدی اس میں ہدایت کار کی حیثیت سے بھی نہ آئے۔ پورا کیس حمید ہی کو نپٹانا

چاہئے۔ میں خود بھی ایک ایسے ناول کے امکانات پر غور کر رہا تھا۔ انشاء اللہ جاسوسی دنیا کے خاص نمبر کے بعد ہی یہ فرمائش بھی پوری کر دی جائے گی۔

ہاں اس بار پھر کاغذ ہی کا مسئلہ درپیش ہے اس وقت جب کہ یہ پیشرس لکھ رہا ہوں۔ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ اس کتاب کے مقدر میں بھی ڈھنگ کا کاغذ ہے یا نہیں......! کوشش تو اسی کی جاری ہے کہ سفید ہی کاغذ دستیاب ہو جائے۔ لیکن اگر نہ مل سکا تو آپ بھی صبر ہی کیجئے گا کیونکہ میں اپنی ایک پائی بھی بلیک مارکیٹ کی نذر کرنے کو تیار نہیں۔ اگر سرکاری نرخ کے مطابق سفید کاغذ مل سکا، تو فبہا ورنہ پھر کوئی رنگین ہی کاغذ استعمال کیا جائے گا۔ غالباً آپ کو بھی بلیک مارکیٹ کرنے والوں سے ہمدردی نہ ہو گی۔

ابنِ صفی

۲۱ر فروری ۱۹۵۹ء



رانا پیلس کی فضا ان دنوں صرف اس اعتبار سے پُر سکون تھی کہ کئی دنوں سے ادھر عمران کا گذر نہیں ہوا تھا۔ رابرٹو اور لزی یہیں مقیم تھے۔ ان کی شادی ہو چکی تھی اور جوزف دن رات ان کے تعلقات پر تنقید کرتا رہتا تھا۔ اس کے سامنے اپنے دل ہلا دینے والے خواب دہراتا۔ وہ بھی اس انداز میں جیسے وہ شادی ان دونوں کے لئے کسی بہت بڑی بدنصیبی کو دعوت دینے والی ہو۔ رابرٹو تو خیر ہنس کر ٹال دیتا تھا لیکن لزی لڑنے کھڑی ہو جاتی تھی۔

آج بھی وہ جوزف سے لڑ جھگڑ کر اپنی خوابگاہ میں گئی تھی۔ ہوا یہ تھا کہ وہ رابرٹو کی جرابوں میں رفو کر رہی تھی اس وقت اسے دو تین چھینکیں آ گئیں! جوزف بھی قریب ہی موجود تھا۔ اس نے سیٹی بجانے کے سے انداز میں اپنے ہونٹ سکوڑے تھے اور پھر بولا تھا۔

"تم تباہی لاؤ گی اپنے شوہر پر!"

"کیوں؟" لزی نے حیرت سے پوچھا تھا۔

"رمیگاشی تمہاری ناک میں اپنی دُم ہلاتا ہے مگر تم عورتوں میں اتنی تاب کہاں کہ اپنی چھینکیں روک سکو۔ خواہ شوہر کو مُردہ خور گدھ ہی کیوں نہ نوچ کھائیں۔"

"کیا بک رہے ہو....؟"

"شوہر کا کوئی کام کرتے وقت چھینکیں روکا کرو۔"

"تم مجھ سے بے تکی بکواس کیوں کرتے ہو؟" لزی جھلا گئی تھی "تمہیں شرم آنی چاہئے کہ کرسچین ہو کر ایسے لغو اعتقادات رکھتے ہو!"

"اچھا تو دیکھ ہی لینا۔ ہولی فادر جوشوا بھی ان آسمانی بلاؤں سے ڈرتے تھے' جو سورج غروب ہوتے ہی اندھیروں کو پکارنے لگتی ہیں۔"

دونوں میں کافی دیر بحث ہوتی رہی تھی۔

پھر لزی سونے کے لئے چلی گئی تھی۔

اب ڈیڑھ بجنے والے تھے لیکن جوزف ابھی تک جاگ رہا تھا۔ رات میں وہ عموماً کم ہی سوتا تھا۔ دو بجے تک تو بوتلوں سے شغل ہوتا رہتا۔ اس کے بعد بھی اگر واقعی نیند آئی تو سو گیا ورنہ پلنگ سے پیٹھ لگانا بھی گوارہ نہیں کرتا تھا۔ آج کی شراب کا کوٹہ ڈیڑھ ہی بجے ختم ہو گیا تھا اس لئے اب وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا سوچ رہا تھا کہ آخر ایک بوتل کہاں گئی اسے شبہ تھا کہ اس کی ایک بوتل کہیں غائب ہو گئی ہے لیکن وہ اس سلسلے میں ملازمین سے پوچھ گچھ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اسے بات بڑھ جانے کا دھڑکا ہمیشہ لگا رہتا تھا۔ جس پر عمران کی باز پُرس سے یقینی طور پر دوچار ہونا پڑتا.... وہ بس اسی سے ڈرتا تھا اور اسی کمزوری کی بنأ پر بعض اوقات معمولی خدمت گار بھی اس پر چڑھ دوڑتے تھے۔

ڈیڑھ بجے جب آخری قطرہ بھی ختم ہو گیا تو وہ باہر نکلا اس کا معمول تھا کہ جب تک جاگتا رہتا ایک آدھ بار نکل کر عمارت کے گرد چکر ضرور لگاتا تھا اور جب سونے کا ارادہ ہوتا تب تو باہر کا جائزہ لئے بغیر خوابگاہ کا رخ ہی نہیں کرتا تھا۔ اس وقت بھی عادت کے مطابق ہی باہر نکلا تھا۔

پورچ کا بلب روشن کرنے کے بعد وہ نیچے اترا اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ کمپاؤنڈ کے کسی گوشے سے چوکیدار کے کھکارنے کی آواز آئی.... اور زمین پر لاٹھی کے ہول بجنے لگے۔ مگر جوزف نے اس کی طرف دھیان بھی نہ دیا کیونکہ اسے جو چیز نظر آئی تھی وہ اس کی گمشدہ شراب کی بوتل تھی۔ وہ چند لمحے آنکھیں پھاڑے اسے گھورتا رہا۔ پھر اتنی احتیاط سے اس کی طرف بڑھنے لگا جیسے وہ قدموں کی آہٹ سے بھڑک کر کسی طرف کو بھاگ نکلے گی۔ قریب پہنچ کر جھپٹا بھی اس انداز میں مارا تھا گویا کسی کبوتر باز نے اپنے جھنڈ کے ساتھ اڑ آنے والے کسی اجنبی کبوتر پر ہاتھ چلایا ہو۔

بوتل خالی نہیں تھی بلکہ اس کی دانست میں تو شاید کھولی ہی نہیں گئی تھی! اگر وہ شراب کی بوتل نہ ہوتی تب تو غالباً وہ یہ ضرور سوچتا کہ آخر اس کا یہاں کیا کام، لیکن وہ تو بس شراب کی بوتل تھی.... زمین سے اُگی ہو یا آسمان سے ٹپکی ہو اس میں شراب تھی اور شراب اسی لئے ہوتی ہے کہ اسے پیا جائے۔ پھر ایسی صورت میں جب غیر متوقع طور پر ہاتھ آئی ہو۔ جوزف جیسے لوگ

اس کی شانِ نزول پر بھی غور کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کر سکتے۔

وہ برآمدے کی سیڑھیوں پر بیٹھ گیا۔ بڑی احتیاط سے بوتل کھولی اور اسے ہونٹوں میں دبا کر جو چسکی لی ہے تو چوتھائی بوتل ایک ہی بار حلق سے اتار گیا۔

مگر نہ جانے کیوں اسے یہ چوتھائی بوتل ایسی لگی جیسے کسی بیرل کے سوراخ میں منہ لگا کر اس کے تلچھٹ تک چوس گیا ہو۔ آنکھیں پتھرا سی گئیں اور دوران خون ان پر ٹھوکریں مارنے لگا۔

"واہ.... بھئی واہ!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بڑبڑایا "کھوپڑی پر بچھو نے ڈنک مار دیا ہے کیا؟!

پھر وہ بوتل کو بلب کی سمت اٹھا کر بچی ہوئی تین چوتھائی شراب کا جائزہ لینے لگا۔

"تم پہلے تو اتنی تیز نہیں تھیں کتو!" اس نے بائیں آنکھ دبا کر کہا۔ "یہ آج.... تمہیں کیا ہو گیا ہے کھوپڑی پر پھن مار رہی ہو.... ہو ہو ہو....!"

وہ ہونٹوں کو دائرے کی شکل میں لا کر ہنسا اور ہنسی کے اختتام پر سیٹی کی سی آواز نکلی!

چوکیدار لاٹھی ٹیکتا ہوا اس کی طرف آ رہا تھا۔ قریب پہنچ کر اس نے للچائی ہوئی نظروں سے شراب کی طرف دیکھا۔

''اے.....کیا دیکتا.....''جواف ہاتھ ہلا کر غراتا ہوا بولا۔''بھاگ جیاؤ۔''

"سردی ہے صاحب!" چوکیدار نے دانت کٹکٹائے اور بوتل کی طرف دیکھتا ہی رہا۔ جوزف کا نشہ اتنی ہی سی دیر میں اتنا تیز ہو گیا کہ اسے ایک کے چار چوکیدار نظر آنے لگے۔

اس کا دل اس وقت رحم کے جذبہ سے سرشار ہو رہا تھا اور اس نے سوچا تھا کہ چوکیدار کو دو چار گھونٹ ضرور دے گا.... لیکن یہ چار.... یہ چاروں تو پوری بوتل صاف کر جائیں گے.... وہ انگلی اٹھا کر انہیں گننے لگا۔

لیکن دشواری یہ پیش آئی کہ کبھی وہ چاروں تیزی سے ایک دوسرے میں مدغم ہو جاتے اور کبھی پھر چار نظر آنے لگتے۔ دفعتاً اس نے جھنجھلا کر کہا۔

"اے.... تم.... ساب.... الگ.... الگ راؤ۔"

"کون صاحب؟" چوکیدار بوکھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"تم ساب!"

"یہاں تو میرے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔" چوکیدار نے سہم کر کہا۔

جوزف کو اس کے اس جھوٹ پر بڑا غصہ آیا۔ اس نے بوتل تیسری سیڑھی پر رکھ دی اور مٹھی بھینچ کر اٹھا۔ اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ اس بد تمیز چوکیدار کو ضرور پیٹے گا۔ جو اتنی ڈھٹائی سے اس بات کی تردید کر رہا ہے۔

چوکیدار اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ اسے تو جوزف کی مسکراہٹ بھی خوفناک معلوم ہوا کرتی تھی چہ جائیکہ وہ اس پر مکا تان کر دوڑے۔

جوزف لڑکھڑایا اور ڈھیر ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں ستارے سے ناچ رہے تھے اور بجلی کی روشنی کے باوجود بھی اندھیرا گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ اس نے برف کی طرح ٹھنڈے فرش سے اپنی پیشانی چپکا دی اور پھر نہ اٹھ سکا۔

چوکیدار کو جب اچھی طرح اطمینان ہو گیا کہ جوزف ہوش میں نہیں ہے تو اس نے بوتل اٹھا کر شراب کی مقدار کا اندازہ کیا اور سوچنے لگا کہ اگر وہ دو تین لمبے گھونٹ لے کر بچی ہوئی شراب میں اتنا ہی پانی ملا دے تو جوزف کے فرشتے بھی اس چوری کا پتہ نہیں لگا سکیں گے۔

چوکیدار نے پہلے کبھی اسے اس حال میں نہیں دیکھا تھا۔ اس نے سوچا ممکن ہے آج وہ درجنوں بوتلیں چڑھا گیا ہو۔

وہ بھی سیڑھی پر بیٹھ گیا۔ بوتل اٹھائی۔ کاک کھولا اور ہونٹوں میں دبا کر ایک چھوٹا سا گھونٹ لیا اور پھر صرف تین ہی گھونٹوں نے اسے بھی تارے دکھا دیئے۔ اس نے سوچا شراب تیز ہے اس لئے چوتھے گھونٹ کی ہمت نہ کرنی چاہئے ورنہ ہو سکتا ہے کہ اسے بھی جوزف ہی کی طرح ڈھیر ہو جانا پڑے۔

وہ اس لئے اٹھا تھا کہ نل سے بوتل میں تھوڑا پانی ڈال کر مقدار پوری کر دے۔ لیکن دو چار ہی قدم چل کر ڈھیر ہو گیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد اچانک رابرٹو کے کمرے میں چیخیں گونجنے لگیں جن کی آوازیں ملازمین تک نہیں پہنچ سکتی تھیں کیونکہ وہ سرونٹس کوارٹر میں سوئے پڑے تھے۔

لزی رابرٹو کے برابر ہی والے کمرے میں سو رہی تھی۔ وہ اس کی چیخیں سن کر جاگی اور بوکھلائی ہوئی باہر نکل آئی۔

اس کی خوابگاہ کے دروازے پر رک کر اسے آوازیں دیں اور بھرپور قوت سے دروازہ پیٹنے

تھی۔

"ہاں...،ہاں.... ٹھہرو!" اندر سے بھرائی ہوئی سی آواز آئی لیکن اس سے اندازہ کرنا مشکل تھا کہ وہ رابرٹو ہی کی آواز ہے یا کسی اور کی! وہ جوزف کے کمرے کی طرف دوڑی لیکن اس کا دروازہ کھلا ہوا ملا اور جوزف بھی اندر موجود نہیں تھا۔

پھر اب کیا کرے؟

اس کے اوسان بجا تھے وہ سوچ سکتی تھی۔ صرف جوزف ہی اندر سوتا تھا۔ ملازمین کوارٹروں میں سوتے تھے لیکن کیا اس وقت اندھیرے میں وہاں تک دوڑ جانا مناسب ہوگا۔ مگر جوزف کہاں ہے؟

وہ صدر دروازے کی طرف بڑھی یہ بھی کھلا ہی ہوا ملا لیکن پورچ میں اندھیرا تھا۔ وہ دیوار سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔ اب اس کے ذہن میں بہت زیادہ خوف مسلط ہو گیا تھا۔

دفعتاً اندر سے کسی نے اس کا نام لے کر پکارا اور وہ اچھل پڑی۔ اس بار بھی آواز نہیں پہچان سکی تھی۔ لیکن دوڑتی چلی گئی.... کیونکہ یہ آواز رابرٹو ہی کی تھی۔

اس نے اسے اپنے کمرے کے سامنے کھڑے دیکھا۔

"اوہ.... لزی!.... تم.... کہاں تھیں؟" وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا۔

"تم.... تم.... اوہ خدا کا شکر ہے.... تم کیوں چیخے تھے؟ میں نوکروں کو دیکھنے گئی تھی.... جوزف غائب ہے.... کیا ہوا تھا؟"

"ٹھہرو.... بتاتا ہوں...." وہ دیوار سے لگ کر شاید اپنی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔

لزی اسے اس طرح دیکھ رہی تھی.... جیسے اس کے جسم پر چوٹ کے نشانات تلاش کر رہی ہو۔

"بولو.... نا.... ڈیئر.... مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"بوغا...." رابرٹو نے آواز کو صاف کیا۔

"کیا؟...." لزی خوفزدہ انداز میں اس کے بازو سے لپٹ گئی۔

"ڈرو نہیں! میں نے اسے مار ڈالا۔"

"کیا کہہ رہے؟" لزی چیخ پڑی۔

"آؤ!" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی خوابگاہ میں لایا۔

"یہ دیکھو!"

"اوہ.... "لزی بیساختہ ہنس پڑی۔ میں سمجھی شاید تم نے ڈیڈی کو مار ڈالا۔" پھر وہ جھک کر اس مردہ سانپ کو دیکھنے لگی جو فرش پر پڑا ہوا تھا۔

"اس رنگت کا سانپ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔" اس نے کچھ دیر بعد سر اٹھا کر کہا۔

سانپ گہرے سرخ رنگ کا تھا اور اس کی لمبائی ڈیڑھ بالشت سے زیادہ نہیں تھی۔

"مجھے حیرت ہے لزی! کہ تم اپنے باپ کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتیں۔ یہ بھی نہیں جانتیں کہ یہ موت کا ہرکارہ بوغا کی علامت ہے۔"

"مگر میں نے ان کے پاس سانپ کبھی نہیں دیکھے تھے۔ یہ یہاں آیا کیسے؟"

"اس روشندان کے علاوہ اور کہیں سے نہیں پھینکا جا سکتا۔" رابرٹو نے چھت کے قریب والے روشندان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "مجھ پر پھینکا گیا تھا۔ اگر میری آنکھ نہ کھل گئی ہوتی تو شاید پھر کبھی بیداری نصیب نہ ہوتی۔"

"تم پر ہی گرا تھا۔"

"ہاں! لیکن میری موت نہیں آئی تھی۔ آنکھیں کھولنے سے پہلے ہی میں نے اسے جھٹک دیا تھا.... اور لزی!.... مگر جوزف.... تم کہہ رہی تھیں کہ جوزف کہیں غائب ہو گیا۔"

"صدر دروازہ کھلا پڑا ہے۔"

رابرٹو نے گھڑی کی طرف دیکھا اور پھر مضطربانہ انداز میں بولا۔ "اوہ.... یہ تو اس کے جاگتے ہی رہنے کا وقت ہے.... وہ کہاں گیا.... تم یہیں ٹھہرو! میں دیکھتا ہوں۔"

وہ تیزی سے باہر نکل گیا اور لزی اس سانپ کو دیکھنے لگی۔ وہ اپنے باپ بوغا کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتی تھی مگر رابرٹو وقتاً فوقتاً اسے اس کے بارے میں ایسی باتیں بتاتا کہ اس کا دل دہل جاتا۔ وہ بوغا کو اتنا بھیانک اور پُر اسرار آدمی نہیں سمجھتی تھی۔ رابرٹو اکثر کہتا بوغا ان دونوں کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ وہ بھی اس سے بہت زیادہ خائف تھا.... مگر یہ سانپ؟ تو کیا بوغا بھی یہیں ہے؟ اسے اس پر یقین نہ آسکا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ بوغا اتنا لمبا سفر طے کر کے یہاں

آئے گا۔ مگر یہ کام تو وہ اپنے ان گرگوں سے بھی لے سکتا تھا جو رابرٹو ہی کے بیان کے مطابق ساری دنیا میں پھیلے ہوئے تھے۔ ایسی صورت میں اُسے کیا ضرورت ہو سکتی ہے کہ وہ خود اتنے ذرا ذرا سے کاموں کے لئے ادھر ادھر دوڑتا پھرے.... نہیں بوغا بذاتِ خود یہاں اس ملک میں نہیں ہو سکتا.... وہ سوچتی رہی اور اس کا خوفزدہ دل تیز رفتار سے دھڑکتا رہا۔

اس نے قدموں کی آہٹ سنی اور چونک کر دروازہ کی طرف دیکھنے لگی۔ آنے والا رابرٹو ہی تھا۔

"وہ پورچ میں بے ہوش پڑا ہے۔ "اس نے کہا"اس سے تھوڑے فاصلے پر چوکیدار.... میں نوکروں کو جگا آیا ہوں.... وہ انہیں اٹھا رہے ہیں.... لزی! اب ہم صحیح معنوں میں.... خیر ہٹاؤ!"

"نہیں کہو!"

"ہم خطرے میں ہیں لزی! تمہارا باپ رحم کے جذبات سے یکسر خالی ہے وہ اپنی اولاد پر بھی رحم نہیں کر سکتا۔"

"میں موت سے نہیں ڈرتی.... اگر وہ ظالم ہے تو میں بھی اسی کی بیٹی ہوں! میری خود سری اس کے آگے نہیں جھک سکتی!"

کچھ دیر تک خاموشی رہی اور پھر یک بیک لزی اس کے سینے سے لگ کر سسکیاں لینے لگی۔

"رابی.... رابی.... اگر اس نے تمہیں ڈس لیا ہوتا تو کیا.... ہوتا۔"

"اوہ.... چھی!" وہ اس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔ "تم رو رہی ہو.... میں بھی موت سے نہیں ڈرتا ہنی.... میرا تو جی بھر گیا ہے بوغا کے گندے بزنس سے! شریفوں کی طرح گھریلو زندگی بسر کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ تم یہ کیوں بھول جاتی ہو کہ اٹلی کی حکومت رابرٹو کو چالیس آدمیوں کے قتل کے جرم میں موخوذ کر چکی ہے! میرے سینے میں ابھی وہ دل مردہ نہیں ہوا.... میں ایک بار پھر آگ اور خون سے کھیل سکتا ہوں.... اوہ ٹھہرو! میں عمران کو اس کی اطلاع دے دوں۔"

وہ لزی کو ایک آرام کرسی میں ڈال کر کمرے سے چلا گیا۔

لزی اپنے آنسو خشک کر رہی تھی۔ رابرٹو کی واپسی تک وہ پھر خود کو پُر سکون محسوس کرنے لگی۔

رابرٹو نے دو گلاسوں میں تھوڑی تھوڑی برانڈی انڈیلی اور گلاس لزی کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "آج کی رات بڑی سرد ہے۔"

"یہ عمران کیا کرے گا۔" لزی نے گلاس لیتے ہوئے کہا۔

"بظاہر..... "رابرٹو مسکرایا" وہ ایک پرلے سرے کا گاؤدی آدمی ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ بعض اوقات یہی دل چاہتا ہے کہ اس کے سامنے کان پکڑ لوں!"

"میں ایسے آدمیوں کو پسند نہیں کرتی جو لحظہ بہ لحظہ بدلتے رہتے ہوں۔"

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے اس کے ساتھ..... ہاں کسی حد تک تم اس کی زبان کو ضرور الزام دے سکتی ہو۔"

"سچ پوچھو تو اس کے معاملے میں عجیب حال ہے۔ کبھی میں اسے پسند کرتی ہوں اور کبھی اس شدت سے نفرت کرنے لگتی ہوں کہ شکل دیکھنے کو جی نہیں چاہتا۔"

"وہ ایسا ہی آدمی ہے۔" رابرٹو نے ہنس کر کہا" آج کل تو وہ ہر وقت کاندھے پر ایئر گن لٹکائے رکھتا ہے۔"

"بس اس کی یہی حماقتیں گراں گذرتی ہیں!"

رابرٹو کچھ نہ بولا۔ وہ اس حادثے کے متعلق سوچ رہا تھا۔ جوزف کی بیہوشی اس کے لئے بالکل نئی چیز تھی۔ یہ تو سوچا ہی نہیں جا سکتا کہ شراب اس بیہوشی کی وجہ بنی ہو گی۔ کیونکہ وہ بلا نوش تھا..... پھر چوکیدار کی بیہوشی..... گو اس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی تھی لیکن اس کے یا جوزف کے قریب رابرٹو کو نہ تو کوئی بوتل ہی ملی اور نہ گلاس۔

وہ سوچتا رہا..... اس درمیان میں ملازموں کی آوازیں بھی عمارت میں سنائی دینے لگی تھیں۔ وہ شاید جوزف اور چوکیدار کو اندر لائے تھے۔ رابرٹو اٹھا اور اس کے ساتھ لزی بھی اٹھ گئی۔ وہ دونوں جوزف کے کمرے میں آئے وہ اب بھی بیہوش تھا "میرا خیال ہے کہ اسے کوئی خواب آور چیز دی گئی ہے۔" رابرٹو نے کہا" یہ ضروری تھا کیونکہ یہ رات گئے تک جاگتا رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا بیدار رہنا ان کے ارادوں میں خارج ہوتا۔"

"تو کیا وہ کئی رہے ہوں گے رابی؟"

"خدا جانے!" رابرٹو نے شانوں کو جنبش دی اور سگریٹ کیس سے سگریٹ نکالنے لگا۔ وہ

کسی گہری سوچ میں معلوم ہوتا تھا۔ اس نے سگریٹ سلگائی۔ دو تین گہرے گہرے کش لئے پھر مضطربانہ انداز میں اٹھ کر ٹہلنے لگا۔

"تم کیا سوچ رہے ہو رابی؟" لزی نے اسے ٹوکا۔

"اوہ دیکھو!" وہ ٹہلتے ٹہلتے رک کر بولا۔ "یہ سانپ اسی لئے پھینکا گیا تھا کہ ڈس لے۔"

"اور کیا؟" لزی کا انداز استفہامیہ تھا۔

"لیکن اس نے مجھے نہیں ڈسا۔"

"تم جلد جاگ گئے تھے.... ہمیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے۔" رابرٹو نے کہا۔ "یہ خونخوار بوغا کی علامت ہے۔ ساری دنیا میں اس قسم کے سانپ بوغا کے علاوہ اور کسی کے پاس نہیں ہیں لیکن اس نے مجھے نہیں ڈسا۔ بوغا مجھے زندہ نہیں دیکھنا چاہتا۔ ہر ایک یہی کہے گا۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے لزی کہ کیا یہی ایک طریقہ ہو سکتا تھا اس روشندان سے جو سانپ پھینک سکتا ہے کیا وہ فائر نہ کر سکتا؟ یقین جانو اگر اس نے کسی بے آواز ریوالور سے فائر کیا ہوتا تو اس وقت اس بستر پر میری لاش ہی نظر آتی۔"

"کیوں بے تکی باتیں کر رہے ہو۔ کیا تمہاری خواہش یہی تھی؟" لزی جھنجھلا گئی۔

"نہیں! مجھے اس پر حیرت ہے۔ بوغا کا نشانہ آج تک خطا نہیں ہوا۔ وہ ایسے کچے کام نہیں کرتا۔ میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ اس کا مقصد محض وہشت زدہ کرنا تھا۔ کیونکہ یہ کوئی مقصد ہی نہ ہوا.... پھر سانپ کیوں؟.... اوہ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔" میرے خدا!" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ "یہ۔ یہ.... تو کیا؟"

پھر لزی نے اسے تیزی سے باہر جاتے دیکھا۔ لزی بھی جھپٹی وہ لائبریری میں آیا تھا جہاں فون رہتا تھا۔ اس نے کسی کے نمبر ڈائیل کئے اور ہیلو! ہیلو!" کہتا رہا۔ کئی بار ڈس کنکٹ کر کے نمبر ڈائیل کئے لیکن شائد دوسری طرف سے جواب ہی نہیں مل رہا تھا۔ آخر اس نے ریسیور رکھ کر ایک طویل سانس لی اور اپنی پیشانی سہلانے لگا۔

"کیا بات ہے.... رابی! مجھے تو بتاؤ۔"

"عمران شائد وہاں سے چل پڑا ہے!" رابرٹو مضطربانہ انداز میں بولا۔ "اوہ اب میں کیا کروں!"

"تم نے اسے پہلے تو اطلاع دی تھی۔"

"ہاں.... اور غلطی کی تھی!"

"کیوں؟"

"یہ جال اسی کے لئے بچھایا گیا ہے۔ میرے خدا اب وہ قتل کر دیا جائے گا۔"

"کیا کہہ رہے ہو تم.... ہوش میں ہو یا نہیں؟" لزی نے اس کا شانہ پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا۔

"مجھے یقین ہے کہ یہ جال اسی کے لئے پھیلایا گیا ہے.... مجھ پر سانپ پھینکا جائے.... میں اس کی اطلاع عمران کو دوں.... اور عمران یہاں دوڑا آئے.... آج تک کوئی بھی بوغا کو للکارنے کی ہمت نہیں کر سکا.... یہ عمران ہی تھا جو اس کی قید سے نکل آیا.... دیکھو لزی! اگر میں اس کا ساتھ نہ دیتا تب بھی وہ بوغا کی قید میں زیادہ دنوں تک نہیں رہ سکتا تھا.... یہ وہ آدمی ہے جس کی وجہ سے مکلارنس کے سر کے کئی ٹکڑے ہو گئے تھے.... سنگ ہی جیسے آدمی کو اسی میں عافیت نظر آئی تھی کہ اسے بھتیجا کہہ کر اپنی جان بچائے۔ لہذا بوغا سے ایسی حماقت نہیں سرزد ہو سکتی کہ اسے کھلی ہوئی چھوٹ دے جائے!"

"مگر عمران؟"

"ہاں.... وہ آج کئی دنوں سے اپنے فلیٹ میں نہیں ہے۔ لیکن شہر ہی میں کہیں ہے۔ جوزف بھی اس کی جائے قیام سے واقف نہیں ہے۔ ویسے وہ روز ہی مجھ سے فون پر گفتگو کرتا رہتا ہے۔ اس وقت بھی جاگ کر اس نے ہی میری کال ریسیو کی تھی.... لیکن اِس بار کوئی جواب ہی نہیں مل رہا.... اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ وہ چل پڑا ہے.... میرے خدا....!"

رابرٹو کراہ کر بیٹھ گیا۔

پھر بولا "لزی ڈارلنگ! بوتل یہیں اٹھا لاؤ۔"

"تم پھر بہت پینے لگے ہو۔" لزی نے بُرا سا منہ بنایا۔

"اچھا رہنے دو.... میں صرف تھکن دور کرنا چاہتا تھا۔"

لزی کچھ کہنے والی تھی کہ ایک آدمی لائبریری میں داخل ہوا لیکن اس کا چہرہ اوور کوٹ کے کالر اور فلٹ ہیٹ کی اوٹ میں تھا۔

رابرٹو نہ صرف اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا بلکہ لزی نے اس کے ہاتھ میں ریوالور بھی دیکھا۔

"میں دوست ہوں۔" آنے والے نے کہا اور لزی بوکھلا گئی کیونکہ آواز بالکل رابرٹو ہی کی سی تھی اور رابرٹو نے بھی پلکیں جھپکائیں۔

لزی نے اجنبی کو کالر گراتے اور فلیٹ ہیٹ کا گوشہ اوپر اٹھاتے دیکھا.... دوسرے ہی لمحے میں وہ لڑکھڑاتی ہوئی دیوار سے جا لگی.... کیونکہ آنے والے کو دوسرا رابرٹو ہی کہا جا سکتا تھا۔

"کیا میں تمہیں گولی مار دوں؟" رابرٹو نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ایسی حماقت بھی نہ کرنا۔" اس کے ہمشکل نے جواب دیا۔ "میرا ہاتھ جیب میں پڑے ہوئے ریوالور پر ہے.... انگلی ٹریگر پر اور ریوالور کا رخ لزی کی طرف ہے.... تم مجھے مار سکتے ہو لیکن لزی بھی تمہیں زندہ نہ ملے گی.... کیا سمجھے؟"

"تم کون ہو؟"

"کہہ چکا ہوں کہ دوست!" ہمشکل نے جواب دیا۔ "اس سے زیادہ کچھ نہیں بتاؤں گا.... مجھے تمہاری جگہ لینی ہے.... اور لزی کی جگہ لینے والی تمہارے کمرے میں میرا انتظار کر رہی ہو گی۔"

"کیا مطلب؟"

"تم دونوں کو اسی وقت سفر پر روانہ ہونا ہے جس کا تذکرہ تم سے عمران نے کیا تھا۔"

"اوہ.... مگر میں لزی کو ساتھ نہیں لے جانا چاہتا۔" رابرٹو نے کہا۔

"رابی!" لزی نے آنکھیں نکالیں "میں تم سے کہہ چکی ہوں کہ تم تنہا نہیں جا سکتے۔ میں ہر حال میں ساتھ چلوں گی۔"

"ہوں!" رابرٹو کا ہمشکل بولا "عمران جانتا تھا وہ نہیں چاہتا کہ اس قسم کی کوئی دشواری پیدا ہو۔ اس لئے تم دونوں ساتھ ہی جاؤ گے۔"

"عمران کہاں ہے؟" رابرٹو نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا۔ ہمشکل نے جواب دیا۔ "ہمیں جو حکم ملا ہے اس پر عمل کر رہے ہیں۔ وقت نہ ضائع کرو۔ چلو اس کمرے میں جہاں میک اپ کا سامان ہے۔"

رابرٹو نے ریوالور جیب میں رکھ لیا اور اپنے کمرے کی طرف چلنے لگا۔ وہ اپنے ہمشکل کے بیان کی تصدیق کرنا چاہتا تھا لیکن اسے مایوسی ہی ہوئی۔ وہاں سچ مچ لزی کی ہمشکل موجود تھی۔

"بس اب اس کمرے کی طرف چلو تم دونوں"! ہمشکل نے کہا۔

"کیا ہم میک اپ میں جائیں گے ؟" رابرٹو نے پوچھا۔

"قطعی طور پر..... ورنہ ہم تمہاری جگہ کیسے لے سکیں گے۔" ہمشکل بولا "اسکیم یہ ہے کہ بوغا کے آدمی یہاں ہماری نگرانی کرتے رہ جائیں اور تم بوغا کی تلاش میں نکل جاؤ۔"

رابرٹو نے کوئی جواب نہ دیا لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ اسی وقت یہ پروگرام بھی کیوں بن گیا۔ وہ اس کمرے میں آئے جہاں میک اپ کا سامان رہتا تھا۔ ہمشکل نے ان دونوں کی شکلیں تبدیل کیں اور انہیں معمولی قسم کے لباس پہنائے جو مغربی طرز کے نہیں تھے۔

"بس اب تم دونوں باہر جاؤ۔" اس نے کہا۔ "پھاٹک سے بائیں جانب چل کر تم تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر سیاہ رنگ کی ایک وین کھڑی پاؤ گے۔ پچھلا دروازہ کھلا ملے گا۔ خاموشی سے بیٹھ کر دروازہ بند کر لینا۔"

"مگر ہمیں جانا کہاں ہو گا۔" رابرٹو نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا! ہم میں سے کوئی بھی اس سے زیادہ نہیں جانتا..... جتنا جاننا چاہئے۔" ہمشکل نے کہا "اب میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔"

رابرٹو نے لزی کی طرف دیکھا۔

"تم کیوں خوامخواہ بحث کر رہے ہو۔" لزی بولی۔

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ عمران نے خود ہی مجھ سے فون پر گفتگو کیوں نہیں کی۔ اس کی کیا ضرورت تھی کہ اس طرح اسی وقت سفر کا پروگرام بنتا۔"

"تم وقت ضائع کر رہے ہو رابرٹو!" ہمشکل نے غصیلے لہجے میں کہا اور لزی رابرٹو کا بازو پکڑ کر اسے دروازے کی طرف دھکیلنے لگی۔

کمپاؤنڈ میں اندھیرا تھا

پھاٹک کے قریب پہنچ کر وہ ایک بار پھر عمارت کی طرف مڑے..... وہ اب بھی تاریک تھی۔



جیسے ہی سیاہ رنگ کی وین حرکت میں آئی عمران نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور سفری ٹرانسمیٹر

کو منہ کے قریب لا کر آہستہ آہستہ بولا "بیگل ہنٹر پلسی رائٹ ڈنکی اپیل روبی نائین!"

وہ اندھیرے میں تھا اور اس کی پشت پر ایک کوٹھی کی دیوار تھی۔ ٹرانس میٹر کو کاندھے سے لٹکے ہوئے بیگ میں ڈال کر ایک طرف چلنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد وہ روشنی میں تھا اور اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ نشے میں ہو۔ اس وقت وہ میک اپ میں تھا اور وضع قطع سے کوئی تازہ وارد سیاح معلوم ہوتا تھا۔

کچھ دور پیدل چلنے کے بعد وہ ٹیکسیوں کے اڈے پر پہنچا اور ایک اونگھتے ہوئے ڈرائیور کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا "روشن کلب!"

ٹیکسی اسے نائٹ کلب تک لائی۔ اس کے قدم اب بھی لڑکھڑا رہے تھے۔ لیکن کسی نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔ وہ ایک میز کی طرف بڑھتا رہا جو خالی نہیں تھی مگر اس پر صرف ایک ہی آدمی تھا اور یہ صفدر تھا۔ یہ بھی میک اپ ہی میں تھا۔ عمران چند لمحے بیٹھا ٹانگیں ہلاتا رہا پھر صفدر کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا تھا۔

"وہم ہی تھا.... نا"! صفدر کی مسکراہٹ طنزیہ تھی۔

"ہاں.... آں۔ اور اگر میں رانا پیلس کے پھاٹک میں قدم بھی رکھتا تو میرے جسم میں کئی سوراخ ہو جاتے۔"

"اوہ.... تو پھر آپ نے کیا کیا؟"

"خاموشی سے تماشا دیکھتا رہا اور اب سوچ رہا ہوں کہ دو اور دو ساڑھے تین کیوں نہیں ہوتے جب کہ ایک اور ایک تین ہو جاتے ہیں۔"

"رابرٹو اور لزی ہاتھ سے گئے لیکن اگر تم اس وقت بھی رانا پیلس میں داخل ہونے کی ہمت کرو تو وہ تمہیں وہاں موجود ملیں گے!"

"میں نہیں سمجھ سکا عمران صاحب! عقل کا اندھا ہوں۔" صفدر جھلا گیا۔

"عقل کے بہرے ہو گے.... دکھائی تو دیتا ہے تمہیں.... خیر ہاں تو بوغا جب بھی چاہتا لزی اور رابرٹو کا خاتمہ کر دیتا لیکن وہ تو میری تاک میں تھا شائد وہ یہی چاہتا ہے کہ ہم تینوں ساتھ مریں اس لئے اس کے آدمیوں نے اس وقت یہ ڈرامہ اسٹیج کرایا۔ رابرٹو اسے بوغا کی علامت کی حیثیت سے پہچان کر مجھے فون پر اطلاع دے اور میں رانا پیلس تک دوڑتا چلا جاؤں اور بوغا کے

آدمی مجھے ہلاک کر دیں یا پکڑ لیں۔"

"تو وہ انتظار کریں گے آپ کا؟"

"شاید قیامت تک!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"لیکن اس کا کیا مطلب کہ وہ دونوں لے جائے بھی گئے ہیں اور رانا پیلس میں بھی موجود ہیں۔"

"مطلب یہ کہ اگر میں انہیں مل گیا ہوتا تو تینوں کا جو حشر بھی ہوتا ساتھ ہی ہوتا لیکن جب مجھے پہنچنے میں دیر ہوئی تو وہ سمجھ گئے کہ میں ان کے ارادے بھانپ گیا ہوں۔ اس لئے انہوں نے ایک نقلی رابرٹو تیار کیا اور ایک نقلی لزی۔ وہ دونوں رانا پیلس میں گئے اور تھوڑی دیر بعد ایک مرد اور ایک عورت پیلس سے باہر آئے ان کی وضع قطع نوکروں کی سی تھی لیکن وہ اپنی چال سے پہچانے جا سکتے تھے۔ وہ لزی اور رابرٹو کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتے... مجھے یقین ہے... بہر حال وہاں سے انہیں ایک سیاہ رنگ کی وین کہیں لے گئی ہے۔"

"اور آپ نے انہیں جانے دیا۔" صفدر نے حیرت سے کہا۔

"پرواہ نہ کرو۔ خاور اور چوہان ان کے پیچھے گئے تھے۔ اگر انہیں ان کی زندگیاں خطرے میں نظر آئیں تو وہ جہنم کا دہانہ کھول دیں گے۔"

"پھر اب کیا اسکیم ہے؟"

"اب اس کا خدشہ نہیں رہا کہ وہ مجھے دیکھتے ہی گولی مار دیں گے... صبح دیکھا جائے گا۔"

"لیکن ان دونوں نے انہیں کس بہانے سے باہر بھیجا ہوگا۔" صفدر کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔

"اوہ... انہوں نے یہ وار میری ہی آڑ میں کیا ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہا ہو کہ میں نے ہی انہیں بھیجا ہے اور اب ان کی حفاظت اسی صورت ہو سکے گی کہ وہ انہیں وہاں چھوڑ کر باہر چلے جائیں۔"

"ٹھیک ہے وہ آپ ہی کے کہنے پر عمارت کی حدود سے باہر قدم نکال سکتے تھے۔"

عمران تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "یہ بھی ممکن ہے کہ وہ انہیں بوغا کے پاس پکڑ لے جائیں۔"

"پھر کیا صورت ہوگی؟"

"خبیث کی صورت ہوگی... پھٹکار برسے گی ہمارے چہروں پر... پتہ نہیں! یہ کمبخت

جوزف کیسے ڈھیر ہو گیا۔"

"کیا آپ کسی طرح اس کی شراب نوشی ترک نہیں کرا سکتے؟"

"ناممکن ہے۔ وہ بہت آگے جا چکا ہے۔ اب شراب بھی اس کے لئے پانی ہو کر رہ گئی ہے لیکن اس کے لئے بے ہوشی بھی ناممکن ہے۔ وہ چاہے جتنی پی جائے بے ہوش نہیں ہو سکتا۔"

"ہو سکتا ہے کوئی خواب آور دوا دی گئی ہو۔"

"پتہ نہیں!"

تھوڑی دیر کے لئے وہ پھر خاموش ہو گئے اور پھر صفدر بولا "اب ہم یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

"مزے کر رہے ہیں۔ اگر تمہیں مزا نہ آ رہا ہو تو کیس کا پہاڑہ سناؤ۔"

صفدر تھکی ہوئی رقاصہ کی طرف دیکھنے لگا جو بڑی بے دلی سے میزوں کے درمیان تھرکتی پھر رہی تھی۔ زیادہ تر لوگ اتنی مقدار میں پی گئے تھے کہ اب انہیں رقاصہ میں دلچسپی نہیں رہی تھی۔

"ہوں.... اوں...." عمران پہلو بدل کر کراہا اور پھر اٹھ گیا۔

"کہاں چلے؟"

"اس رقاصہ سے زیادہ دلچسپ تو بوڑھا منیجر ہے۔ میں اس سے محبت کرنے جا رہا ہوں۔" عمران نے جواب دیا اور لڑکھڑاتا ہوا کاؤنٹر کی طرف بڑھا۔ لیکن ایک جگہ اس طرح لڑکھڑایا کہ رقاصہ بوکھلا کر پیچھے ہٹ گئی۔ ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے وہ اسی پر ڈھیر ہو جائے گا۔"

"آہا...." وہ رک کر ہنسنے لگا۔

رقاصہ گردن جھٹک کر دوسری طرف نکل گئی تھی۔ عمران کاؤنٹر پر آیا۔

"فرمایئے جناب!" بوڑھے منیجر نے سر اٹھا کر کہا۔

"ذرا دیکھئے.... تو میرے کان میں کیا پڑ گیا ہے؟" عمران نے اپنا کان پکڑ کر منیجر کی طرف گھماتے ہوئے کہا۔

"جی.... جی.... پتہ نہیں!" منیجر اٹھ کر کاؤنٹر پر جھک گیا۔ پھر یک بیک شاید اسے خیال آ گیا کہ وہ ایک شرابی کی بکواس پر کان دے رہا ہے اس لئے کھسیائے ہوئے انداز میں ہنس کر بولا "کیا پیش کروں جناب؟"

"کان!"

"میں نہیں سمجھا۔"

"تب پھر تمہارے کان میں بھی کچھ پڑ گیا ہے.... کان کھول کر دیکھو میں بہت بُرا آدمی ہوں۔"

"دیکھئے!منیجر نے سنجیدگی سے کہا" یہاں صرف شرفا آتے ہیں اور یہ شرفا کا دستور نہیں کہ پی کر بہکتے پھریں۔ براہِ کرم اپنی میز پر تشریف لے جایئے۔"

"ہائیں.... تم مجھے شرفا کہتے ہو۔" عمران نے آنکھیں نکالیں "اچھا ٹھہرو بتاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے اپنے بیگ سے چینی کی ایک گڑیا نکالی اور کاؤنٹر پر رکھ دی۔

منیجر نے اسے دیکھ کر قہقہہ لگایا لیکن یک بیک اس کی بھنویں تن گئیں اور وہ بے حد سنجیدہ نظر آنے لگا۔ ویسے وہ اس گڑیا کو برابر گھورے ہی جا رہا تھا۔

صفدر بھی اٹھ کر کاؤنٹر ہی پر آ گیا تھا اور کوشش کر رہا تھا کہ عمران کی اس حرکت پر اس سے حیرت کا اظہار نہ ہونے پائے۔

"میرے ساتھ آؤ۔" دفعتاً منیجر نے کاؤنٹر سے اٹھتے ہوئے کہا۔ وہ وہاں سے ایک کمرے کی جانب بڑھا تھا۔ عمران نے صفدر کو بھی اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔

جب وہ دونوں کمرے میں داخل ہو چکے تو منیجر نے بہت احتیاط سے دروازہ بند کر دیا اور ان کی طرف مڑ کر بولا۔ "ہاں کہئے!"

"کہنا صرف یہ ہے کہ میں تمہیں بلیک میل کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" منیجر بوکھلا کر دو چار قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"تم داراب والے قصے سے الگ نہیں ہو۔ یہ صرف میں جانتا ہوں۔ ابھی تک بھائیوں کے کاروبار سے تعلق رکھنے والوں کی پکڑ دھکڑ ہو رہی ہے۔ بس ایک اشارہ ہی کافی ہو گا۔"

"پتہ نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔" منیجر نے اکڑنے کی کوشش کی۔

"میں تو کچھ بھی نہیں کہہ رہا۔ مگر تم نے اس چینی کی گڑیا کو کیوں آنکھ ماری تھی.... بلاؤں پولیس کو؟"

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔" منیجر کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ دماغ کی خرابی کے باوجود میں تمہارے خلاف لاتعداد ثبوت مہیا کر سکوں گا۔"

"کیا ثبوت مہیا کر سکو گے؟"

"تم بھائیوں کے کاروبار کے لئے کام کرتے رہے ہو اور اب وہ سارا بزنس تمہارے ہاتھ میں ہے۔"

"بکواس.... بکواس! تم ثبوت نہیں دے سکو گے۔"

"تم وہی شخص ہو جس نے شالی کی پرورش کی تھی شاید تمہیں علم نہیں ہے کہ پولیس اس آدمی کو کتنی شدومد سے تلاش کر رہی ہے۔"

"میری بلا سے!" منیجر نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور عمران نے صفدر کی طرف مڑ کر سراسیمگی کے عالم میں کہا "یار تم تو کہہ رہے تھے کہ چٹکی بجاتے ہی پھنس جائے گا۔"

صفدر چکرا گیا۔ اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ عمران نے کس لئے اس قسم کی بکواس شروع کی ہے۔ پھر وہ جواب کیا دیتا لیکن عمران کو اس کے جواب کا انتظار کب تھا وہ تو منیجر سے گھگھیا رہا تھا "دیکھو یار.... پھنس جاؤ!"

"میں تم لوگوں کو اٹھوا کر باہر پھینکوا دوں گا۔" منیجر غرایا اور پھر کمرے سے نکلنے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔ "آئندہ میرے کلب میں قدم بھی نہ رکھنا۔ ورنہ ٹانگیں تڑوا دوں گا.... سمجھے!"

"سمجھ گیا۔" عمران سعادتمندانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ "لیکن تم باہر تو نہ جا سکو گے۔"

"مجھے کون روکے گا۔" منیجر تن کر بولا "تم.... جس کے منہ سے شاید ابھی دودھ کی بو آتی ہے۔"

"کسی دشمن نے اڑائی ہو گی۔" عمران نے لاپروائی سے کہا۔ "اسے بلی کہتے ہیں جس کے منہ سے ہر وقت دودھ کی بو آتی رہتی ہے۔ میں کنفیوشس کا عقیدت مند ہوں۔"

منیجر نے باہر نکل جانا چاہا لیکن عمران نے جھپٹ کر اس کی کمر پکڑ لی اور اتنے زور کا جھٹکا دیا کہ وہ دوسری طرف کی دیوار سے جا ٹکرایا اتنی دیر میں صفدر نے ریوالور نکال لیا۔

"ارے باپ رے!" عمران آنکھیں نکال کر بڑبڑایا۔ پھر صفدر کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"دیکھنا کہیں سچ مچ نہ ٹریگر دب جائے۔"

صفدر کو اس پر بھی غصہ آ رہا تھا لیکن اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور عمران نے صفدر سے کہا "اسے کور کئے رکھو۔" اور فون کی طرف لپکا۔ دوسرے ہی لمحے وہ ریسیور اٹھائے دوسری طرف سے بولنے والے کا انتظار کر رہا تھا اور آنکھیں منیجر پر تھیں۔

"ہیلو!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور کھانسنے لگا۔

منیجر دانت پیس رہا تھا۔

"کام ادھورا ہی رہا!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"آ.... چھا.... تو غ.... پھی ر.... " عمران نے ایسی آواز میں کہا جیسے کھانسیوں کے ڈر سے تھوڑی دیر تک سانس روکے رہا ہو۔

دفعتاً منیجر اس کی پرواہ کئے بغیر کہ صفدر کے ہاتھوں میں ریوالور ہے.... عمران کی طرف جھپٹا۔

دوسری طرف سے کوئی کہہ رہا تھا "تم بہت ڈرپوک ہو مگر صرف دو دن اور تمہاری عمارت استعمال کی جائے گی۔" عمران نہایت سکون سے سنتا رہا کیونکہ صفدر منیجر کو زمین پر گرا کر چڑھ بیٹھا تھا اور اس کا منہ بھی دبائے رکھنے کی کوشش جاری تھی۔

دوسری طرف سے بولنے والا کہہ رہا تھا "تمہیں کسی قسم کا خوف نہ ہونا چاہئے کیونکہ تم ابھی تک محفوظ رہے ہو اگر تم پر ان کی نظر پڑی ہوتی تو تمہیں کیوں چھوڑتے۔"

"ٹھیک ہے.... اچھا.... اچھا.... " عمران پھر کھانسنے لگا۔

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔ لیکن وہ اب بھی کھانسے جا رہا تھا۔ دفعتاً کسی نے دروازے پر دستک دی اور صفدر نے پوری طرح اس کا منہ دبا لیا ادھر عمران پر پھر کھانسیوں کا دورہ پڑا۔ اور اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"بھاگ جاؤ! میں تھک گیا ہوں.... آدھے گھنٹے بعد ملوں گا۔"

اور پھر اس نے قفل کے سوراخ سے جھانک کر دیکھا۔ سفید رنگ کی پتلون دکھائی دی۔ دستک دینے والا کوئی ویٹر ہی ہو سکتا تھا جو کچھ کہے بغیر دروازے سے ہٹ رہا تھا۔ جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا۔ عمران نے قفل کے سوراخ سے آنکھ نہیں اٹھائی۔

صفدر اب بھی منیجر کا منہ دبائے ہوئے تھا۔ عمران اس کے قریب پہنچ کر فرش پر اکڑوں بیٹھ گیا اور آہستہ سے بولا۔ "سب ٹھیک ہے.... بس اس کا منہ دبائے رکھو! میں گردن کاٹے دیتا ہوں۔"

منیجر ہاتھ پیر پھینکنے لگا لیکن عمران کی انگلیاں تو اس کی کنپٹیوں پر تھیں اور وہ خاصی طاقت صرف کر رہا تھا۔ آہستہ آہستہ منیجر بے حس و حرکت ہوتا گیا۔

"بس چھوڑ کر اٹھ جاؤ۔" عمران بولا "تین گھنٹے سے پہلے تو ہوش میں نہیں آئے گا۔"

صفدر اٹھ گیا عمران دوسری جانب کے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ یہاں بھی اس نے قفل کے سوراخ سے جھانک کر دوسری طرف دیکھا لیکن تاریکی کے علاوہ اور کچھ نہ دکھائی دیا.... وہ دراصل اب یہ نہیں چاہتا تھا کہ اسے منیجر کے کمرے سے نکلتے دیکھا جائے۔

بہ آہستگی ہینڈل گھما کر اس نے دروازہ کھولا اور اپنی چھوٹی سی ٹارچ سنبھال لی۔

یہ کمرہ شاید گودام کی حیثیت سے استعمال کیا جاتا تھا اور مختلف سمتوں میں دو مزید دروازے بھی اس میں تھے۔ منیجر کے کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے ٹارچ کی روشنی میں عمران نے اس کا جائزہ لیا اور پھر آگے بڑھ گیا۔ صفدر سوچ رہا تھا کہ کہیں اس بھرے پرے نائٹ کلب میں حجامت ہی نہ بن جائے۔

وہ دروازہ جس کے متعلق یقین تھا کہ راہداری ہی میں کھلتا ہوگا مقفل ملا۔ لیکن خیریت یہ ہوئی کہ قفل الگ سے نہیں بلکہ دروازے ہی میں تھا اور کمرے کے اندر سے بھی سوراخ میں کوئی نوکیلی چیز ڈال کر قسمت آزمائی کی جا سکتی تھی۔

اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا مگر قفل کھولنے میں تھوڑا وقت ضرور صرف ہوا۔ راہداری نیم تاریک اور سنسان تھی۔

"ہمیں ہال سے نہ گزرنا چاہئے۔" صفدر نے کہا۔

"ہوں!"

عمران تیزی سے راہداری طے کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ عمارت کے عقبی دروازے سے گذر کر ایک تاریک گلی میں پہنچے اور جہاں سے صدر دروازے تک پہنچنے کیلئے انہیں ایک لمبا چکر لینا

جس جیپ کار پر وہ یہاں آئے تھے۔ سڑک کے کنارے موجود تھی۔

"اس کے ہوش آنے پر کیا ہوگا؟" صفدر نے اسٹیرنگ سنبھالتے ہوئے کہا۔

"ہم شاید اس وقت کوکاکولا پی رہے ہوں گے۔ میرا خیال ہے کہ سردیوں میں کوکاکولا چائے دانیوں سے پینا چاہئے۔"

"کیا میں الو ہوں۔" صفدر جھلا گیا۔

"اگر ہو تو یہ تمہاری سعادت مندی ہے۔ ہم بھی دیکھ دیکھ کر خوش ہو لیتے ہیں۔" عمران نے بزرگانہ لہجے میں کہا۔

"ایسی کی تیسی!" صفدر غرایا۔

"تم بہت اچھے جا رہے ہو پیارے۔ خواہ مخواہ دل چھوٹا نہ کرو۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اگر چینی کی گڑیا کے لئے روٹھے ہو تو حاضر ہے۔ ویسے بوغا کے آدمی اسے امتیازی نشان کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو اسی کے ذریعہ پہچانتے ہیں۔ منیجر سے میں نے اس کے متعلق جو کچھ بھی کہا تھا حرف بحرف صحیح تھا اس پر عرصہ سے میری نظر تھی۔ اس کے علاوہ دو ایک اور بھی ہیں جنہیں میں نے چھوڑ رکھا ہے اس توقع پر کہ انہیں کے ذریعہ بوغا تک دوبارہ پہنچ سکوں گا البتہ ان کی نگرانی ہمیشہ ہوتی رہتی ہے۔ اسی نگرانی کی بدولت میں ان تینوں اجنبیوں کے وجود سے واقف ہو سکا تھا جو آج اپنا کام کر گئے۔ یہ باہر سے آئے تھے۔ ان میں سے دو تو شاید اس وقت رانا پیلس میں ہیں اور ایک رابرٹو اور لزی کو لے گیا ہے۔

"میں پوچھ رہا ہوں کہ منیجر کے ہوش میں آنے پر کیا ہوگا؟"

"شاید ہم اس وقت تک سچویشن پر قابو پا چکے ہوں گے۔" عمران نے جواب دیا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"منیجر سے جو کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا اتفاقاً معلوم ہو گیا۔ ورنہ میرا خیال تھا کہ اس سے معلوم کرنے میں کافی وقت صرف ہوتا۔ تم نے اس کا رویہ تو دیکھا ہی ہے۔ کسی طرح قابو آ ہی نہیں رہا تھا۔ بس اس فون کال نے کام بنا دیا۔ وہ دراصل تیسرے ہی آدمی کی تھی۔ وہ منیجر سے کہہ رہا تھا کہ بس دو دن اور لگیں گے اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ دو دن اور ٹھہریں گے۔ یہ دو دن صرف میرے ہی لئے ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ جس عمارت میں مقیم ہیں وہ منیجر ہی کی ہے۔ خاور

اوہ چوہان سے بھی رپورٹ ملنے کی توقع ہے اور اگر وہ تعاقب میں ناکام ہو گئے ہوں۔ تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ میں تو اس عمارت سے واقف ہی ہوں جہاں ان کا قیام ہے۔

"لیکن.... آپ نے پہلے ہی ان لوگوں کا قلع قمع کیوں نہیں کر دیا تھا۔"

"بچوں کی سی باتیں نہ کرو.... مجھے بوغا تک پہنچنا ہے۔ اب شاید یہ مشکل آسان ہو جائے.... چلتے رہو.... اگلے چوراہے سے بائیں جانب موڑ لینا۔"

صفدر کچھ نہ بولا۔

وہ اب بھی بیہوش منیجر کے متعلق سوچ رہا تھا جسے عمران بڑی لاپروائی سے وہاں ڈال آیا تھا۔ کیا یہ ضروری تھا کہ وہ عمران کے اندازے کے مطابق تین ہی گھنٹے تک بیہوش رہتا۔

جیپ عمران کی ہدایت کے مطابق سنسان سڑکوں پر دوڑتی رہی۔ پھر ایک جگہ اس نے روکنے کو کہا۔

"سڑک کے کنارے لگا کر اتر چلو۔"

صفدر نے خاموشی سے تعمیل کی۔اس کے بعد وہ پیدل ہی ایک طرف چل پڑے۔ سردی پچھلے دنوں کی نسبت آج کچھ زیادہ ہی تھی۔ صفدر نے السٹر کے کالر اوپر اٹھا دیئے اور کچھ کہنے سے پہلے لمبی سانس کھینچی ہی تھی کہ عمران آہستہ سے بولا۔

"خاموشی سے چلتے رہو۔"

صفدر نے جھلاہٹ میں اتنی سختی سے دانت بھینچے کہ کنپٹیاں دکھنے لگیں۔

اب وہ ایک تاریک عمارت کے قریب رک گئے تھے۔

"چہار دیواری پھلانگنی پڑے گی۔" عمران نے آہستہ سے کہا۔ "پھاٹک بند معلوم ہوتا ہے۔"

"اندر کتے نہ ہوں!"

"نہیں ہیں.... میں جانتا ہوں.... کسی چوکیدار کی بھی توقع نہیں ہے ایسے لوگ چوکیدار نہیں رکھا کرتے۔"

چہار دیواری پار کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔

اب وہ آہستہ آہستہ عمارت کی طرف بڑھ رہے تھے اور صفدر سوچ رہا تھا کہ جب معاملہ ایک ہی آدمی کا ہے تو اتنی احتیاط کیا معنی رکھتی ہے۔

عمارت سنسان پڑی تھی انہیں کسی روشندان میں بھی روشنی نہ دکھائی دی۔ صفدر سوچنے لگا کہ کہیں عمران نے دھوکا نہ کھایا ہو۔

پھر کیا ہوگا؟

مگر خاور اور چوہان بھی تو اس گاڑی کے تعاقب میں گئے تھے۔ بہر حال اگر یہاں دھوکا کھایا تو دوسری طرف سے ضرور اطلاع ملے گی۔

وہ بیرونی برآمدے میں پہنچ چکے تھے لیکن ادھر سے اندر پہنچنا ممکن نہ ہوا۔ پھر انہوں نے عمارت کے گرد ایک چکر لگایا۔ شاید اس عمارت میں کوئی راہ تلاش کرنی پڑے گی۔ چھت پر پہنچنا زیادہ مشکل نہیں تھا اس کے لئے کھڑکیاں اور روشندان بخوبی استعمال کئے جا سکتے تھے۔ چھت پر پہنچتے ہی راستہ خود بخود پیدا ہو گیا۔ یہ زینے تھے اور ان کا راستہ ایک ٹاور سے گذرتا تھا۔

وہ بہ آہستگی نیچے اترے لیکن ایک بار پھر صفدر مایوس ہو گیا۔ کیونکہ باہر جانے کے راستہ میں ایک بند دروازہ حائل تھا۔

عمران نے آگے بڑھ کر آہستہ سے اسے دھکیلا وہ دوسری طرف سے بولٹ نہیں تھا۔ صفدر نے ایک گہری سانس لی۔ پھر تاریک کمروں میں ان لوگوں کی تلاش شروع ہوئی۔ صفدر تو اب بھی دھوکا ہی کھا جانے کے امکانات پر غور کر رہا تھا۔

دفعتاً ایک کمرے میں تین بستر نظر آئے۔ شاید تیسرے آدمی نے احتیاطاً یہ طریقہ اختیار کیا تھا۔ کمرے میں مدہم روشنی والا گہرا نیلا بلب روشن تھا۔

ایک بار پھر عمران کو وہی مڑا ہوا تار استعمال کرنا پڑا جس سے وہ بڑی صفائی سے ہر قسم کے قفل کھول لیا کرتا تھا لیکن اس نے یہ کام اتنی آہستگی سے کیا کہ کمرے میں داخل ہو جانے تک ہلکی سی آواز بھی نہ ہوئی۔

سب سے پہلے اس نے زیادہ روشنی والے بلب کا سوئچ آن کیا اور پھر آگے بڑھ کر اجنبی کے پلنگ میں ٹھوکر ماری۔ وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ لیکن صفدر کے ریوالور کی نال اسے بھی صاف ہی نظر آرہی تھی۔

"تت..... تم..... کک..... کون ہو؟" وہ پھنسی ہوئی آواز میں ہکلایا۔

"مم..... میں..... شش..... شیطان ہوں....." عمران نے اسی کے لہجے کی نقل اتاری۔

آوازیں سن کر رابرٹو اور لزی بھی بیدار ہو گئے تھے اور انہیں آنکھیں پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔

دفعتاً عمران نے اپنی اصلی آواز میں کہا۔ "رابرٹو! تم سے بڑا گدھا بھی آج تک میری نظروں سے نہیں گذرا۔

"عمران!" رابرٹو کے حلق سے پھنسی ہوئی آواز کو رہائی ملی۔

"ہاں! اب اٹھو! اور اس ڈفر کی مرمت شروع کر دو۔"

"میں تنہا نہیں ہوں۔" اجنبی نے کہا۔

"تو دوسروں کو بھی بلالو.... مجھے زیادہ تکلیف نہ اٹھانی پڑے گی۔" عمران نے لاپروائی سے کہا۔

"اوہ.... عمران.... وہاں ہمارے ہمشکل!" رابرٹو بولا۔

"میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا.... مگر تم دیر کیوں کر رہے ہو؟"

رابرٹو اپنے پلنگ سے چھلانگ مار کر اجنبی پر ٹوٹ پڑا۔ "لزی اٹھ کر عمران کے قریب آگئی تھی۔

"بوغا کی بیٹی!" عمران نے مسکرا کر کہا "کیا تمہیں اپنے باپ کے شکاری کتوں سے ہمدردی نہیں ہے؟"

"نہیں!" لزی حتی سے دانت پر دانت جما کر بولی۔

"پچھتاؤ گے.... تم لوگ پچھتاؤ گے...." اجنبی رابرٹو کے نیچے دبا ہوا غرا رہا تھا۔

"اے! جان سے نہ مار دینا ڈفر!.... یہی لوگ ہماری رہنمائی کریں گے!" عمران نے کہا۔



صبح کو عمران اور صفدر اپنی اصلی شکلوں میں رانا پیلس میں داخل ہوئے اور جوزف انہیں دیکھتے ہی گڑ گڑانے لگا۔

"خاموش رہو!" عمران غرایا لیکن پھر بھی جوزف کے ہونٹ بے آواز ہلتے رہے۔

"رابرٹو کہاں ہے؟"

"اپنے کمرے میں باس!"

"اچھا تم اپنے کمرے میں ٹھہرو۔" عمران نے کہا اور آگے بڑھتا چلا گیا۔

نقلی رابرٹو اور لزی سے جلد ہی ملاقات ہو گئی اور وہ دونوں اسے دیکھ کر چونک پڑے۔

"اوہ... عمران!... عمران.... تم کہاں تھے؟" رابرٹو کے ہمشکل نے مضطربانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ.... بھئی معاف کرنا.... تم نہیں سمجھتے.... مجھے تمہارا پیغام ملا تھا.... لیکن...."

"لیکن.... کیا.... بیٹھو بیٹھو!"

"میں جانتا تھا کہ تم اپنی حفاظت خود بھی کر ہی لو گے!" عمران نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ صفدر نے بھی ایک کرسی کھینچ لی۔

"اف.... فوہ! کتنی خوفناک رات تھی۔ مگر تم کیا جانو! بوغا کی علامت سرخ سانپ کتنی بھیانک چیز ہے۔ مجھے تم سے شکوہ ہے کہ تم نے پچھلی رات میری پرواہ نہیں کی۔"

"میں نے سوچا ممکن ہے کہ دوسرے سانپ نے تمہیں ختم ہی کر دیا ہو تم بچ کیوں گئے؟"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ ہے میرے پیارے رابرٹو کہ ہماری زندگی کے دن اب بہت تھوڑے رہ گئے ہیں۔ میں نادانستگی میں بوغا جیسے خطرناک آدمی سے ٹکرا گیا ہوں۔" عمران نے کہا اور پھر صفدر سے بولا "جوزف کو بلا لاؤ، میں اس کی کھال گرادوں گا۔"

"اوہ..." رابرٹو کے ہمشکل نے کہا "وہ کہتا ہے کہ اس کی شراب کی ایک بوتل کھو گئی تھی.... وہی بوتل رات اسے پورچ میں پڑی ہوئی ملی.... بس پھر اس نے وہیں بیٹھ کو دو تین گھونٹ لئے تھے۔ اس کے بعد معلوم نہیں اسے کیا ہوا.... بہر حال میں نے اسے اور چوکیدار کو باہر بیہوش پایا تھا۔ چوکیدار کہتا ہے کہ اس نے بھی اس بوتل سے دو تین گھونٹ لئے تھے۔ لیکن عمران مجھے ان دونوں کے قریب کوئی بوتل نہیں ملی تھی۔"

"اوہ.... بلاؤ.... اس شب تار کے بچے کو...." عمران زانو پر ہاتھ مار کر دہاڑا۔ "بلاؤ میں اس کی کھال ادھیڑوں گا.... اسے کچا چباؤں گا۔"

"ٹھہرو! میں چائے بناتی ہوں تمہارے لئے۔" لزی اٹھتی ہوئی بولی۔ کیا نوکر مر گئے ہیں کہ تم چائے بناؤ گی۔" عمران پہلے ہی کی طرح دہاڑا۔

"تم آخر میری بنائی ہوئی چائے کیوں نہیں پیتے۔" لزی کی ہمشکل ٹھنکی "ہائیں!" عمران

آنکھیں پھاڑ کر بولا پھر مسکرا کر کہا "تم مجھ سے ایسے لہجے میں گفتگو نہ کیا کرو، ورنہ رابرٹو مجھے گولی مار دے گا۔"

دونوں ہنسنے لگے اور لزی کی ہمشکل چلی گئی۔

صفدر جوزف کو بلانے کے لئے ہی جا چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد جوزف ایسی شکل بنائے ہوئے کمرے میں داخل ہوا جیسے جاڑہ دے کر بخار آ گیا ہو۔

"کیوں؟" عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"بب باس.... مم.... میں...."

"بوتل کا کیا قصہ تھا؟"

"میرے کمرے سے غائب ہو گئی تھی باس.... اور جب وہ پورچ میں پڑی نظر آئی تو میں نے سوچا تھا کہ وہ یقیناً خالی ہو گی.... مگر.... میرے خدا میں صرف چوتھائی بوتل کا گنہگار ہوں۔"

تمہاری کھوپڑی پر ستارے ٹوٹیں گے۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اور مشمبا مشامبا کا قہر تمہاری کشتی کو کسی ریگستان میں ڈبوئے گا۔"

"نہیں.... نہیں.... رحم.... باس ایسی بد دعا نہ دو کہ میری ماں بھی.... بلبلاتی ہوئی اپنی قبر سے نکل آئے۔"

"میرا خیال ہے کہ یہاں کا کوئی ملازم بھی اس سازش میں شریک تھا۔" رابرٹو کے ہمشکل نے کہا۔

"لیکن اسے ثابت کر دینا آسان کام نہ ہو گا۔ اس لئے تم اپنی زبان بند رکھو.... میں خاموشی سے اسے تلاش کر لوں گا۔" عمران نے کہا پھر غصیلے لہجے میں جوزف سے بولا۔ "دفع ہو جاؤ۔"

وہ فوجی انداز میں ایڑیوں پر گھوم کر دروازے کی طرف مڑا ہی تھا کہ عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا "ٹھہرو! میں اس آدمی کا پتہ لگانا چاہتا ہوں جس نے بوتل تمہارے کمرے سے اڑائی تھی اس لئے تم چوکیدار سمیت سارے ملازموں کو تفریح کے بہانے میونسپل گارڈن لے جاؤ۔ میں دو گھنٹے بعد تمہیں وہیں ملوں گا اور تب دیکھوں گا کہ وہ کون ہے؟"

"بہت اچھا باس!" جوزف کی جان میں جان آئی اور وہ چپ چاپ چلا گیا۔

"میونسپل گارڈن میں تم کیا کرو گے؟" رابرٹو کے ہمشکل نے پوچھا۔

"صبر کے علاوہ اور سب کچھ کر لوں گا۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔ ہاں اب مجھے اس سانپ کے متعلق بتاؤ کہ وہ کیا بلا تھی۔"

"بوغا کی دل ہلا دینے والی علامت۔ ۔ ۔ ۔ اس کے آدمی اسے موت کا ہرکارہ کہتے ہیں۔ ۔ ۔ بوغا جس سے بھی خفا ہوتا ہے اس کی قسمت کا فیصلہ یہی سانپ کرتے ہیں۔"

"لیکن تم بچ گئے! واقعی تمہاری قسمت بڑی شاندار ہے۔" عمران نے خوشی ظاہر کی۔

اتنے میں لزی کی ہمشکل چائے کی ٹرے لائی۔ صفدر الجھن میں پڑ گیا تھا کہ آخر عمران یہ قصہ جلدی سے ختم کیوں نہیں کر دیتا۔ معاملات کو خواہ مخواہ طول دینے سے کیا فائدہ!

رابرٹو کا ہمشکل خاموش ہو گیا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ چائے کے دوران میں بھی کسی قسم کی گفتگو کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔

لزی نے چار پیالیوں میں چائے انڈیلی اور ایک عمران اور صفدر کی طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔

"تم دونوں بہت دنوں کے بعد دکھائی دیئے ہو۔ میرا دل چاہتا ہے کہ۔ ۔ ۔ ۔"

"تم عمران کو خواہ مخواہ غصہ دلا دیتی ہو۔" رابرٹو کے ہمشکل نے کہا "تم باتیں کیا کرو، ان کے سامنے۔"

عمران نے چائے کی پیالی اٹھائی تھی۔ دفعتاً اس نے ساری چائے رابرٹو کے ہمشکل کے منہ پر پھینک ماری اور بوکھلاہٹ میں کرسی سمیت دوسری طرف الٹ گیا۔ لزی کی ہمشکل آنکھیں پھاڑے ہانپ رہی تھی اور عمران نقلی رابرٹو کے سینے پر سوار تھا۔ لزی کی ہمشکل نے اٹھنا چاہا لیکن صفدر اس کی کلائی پکڑتا ہوا بولا "فضول ہے اب اپنے گرد زیادہ کانٹے نہ بچھاؤ کھیل ختم ہو چکا ہے۔"

نقلی رابرٹو عمران کے تھپڑ کھا کھا کر گالیاں اگل رہا تھا اور عمران کہہ رہا تھا "اس لئے بیٹے میں نے نوکروں کو میونسپل گارڈن روانہ کر دیا ہے کہ اطمینان سے تم دونوں کے پراٹھے بنا سکوں۔"

پھر گرم گرم چائے کی پیالی نے رابرٹو کے ہمشکل کا میک اپ صاف کر دیا۔ آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں بھی بند ہوتی جا رہی تھیں۔ عمران دیدہ دانستہ ایسے جچے تلے ہاتھ کنپٹیوں پر مار رہا تھا کہ وہ بیہوش ہو جائے۔

زیادہ دیر تک اسے محنت نہیں کرنی پڑی۔ ادھر وہ بیہوش ہوا ادھر لزی کی ہمشکل پاگلوں کی

طرح چیخنے لگی۔

"یہ.... کیا تم نے اسے مار ڈالا.... ارے مار ڈالا؟"

"خاموش رہو۔" عمران سیدھا کھڑا ہو کر غرایا۔ "اس کی زندگی کا انحصار صرف تم پر ہے اور ہو سکتا ہے کہ تم بھی اس کا ماتم کرنے کے لئے زندہ نہ رہو۔ تمہارا دوسرا ساتھی ہنری بھی اس وقت میری قید میں ہے۔"

"اوہ...." وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر رہ گئی۔

"میں تم لوگوں کے ناموں سے بھی واقف ہو چکا ہوں۔ تمہارا نام مونا ہے اور یہ فرنینڈو ہے۔ بتاؤ بوغا ان دنوں کہاں ملے گا؟"

"میں نہیں جانتی.... کوئی نہیں جانتا۔" مونا نے سسکی سی لی۔

"پھر تمہیں اس کے لئے ہدایات کہاں سے ملی تھیں؟"

"مجھے پانی دو!"

"صفدر! اس کے لئے پانی لاؤ۔" عمران نے کہا اور صفدر باہر چلا گیا۔

عمران چند لمحے مونا کو گھورتا رہا پھر بولا "ہمارے ملازموں میں سے کون تمہارے لئے کام کر رہا ہے کس نے جوزف کی شراب کی بوتل غائب کی تھی؟"

"وہ جس کے بائیں گال پر چوٹ کا نشان ہے۔"

عمران نے پھر اس سے کچھ نہیں پوچھا۔

صفدر اس کے لئے پانی لے کر واپس آ گیا تھا۔



تیسرے دن وہ لوگ جولیانا فٹنر واٹر کے مکان پر اکٹھے ہوئے تھے۔ صفدر، عمران، خاور اور چوہان۔

عمران کہہ رہا تھا "تین آدمیوں سے زیادہ سفر نہیں کر سکتے۔ رابرٹو اور لزی بہر حال جائیں گے۔"

"مگر جائیں گے کہاں؟ کیسے جائیں گے؟" جولیا نے پوچھا۔ "کیا ان تینوں نے زبان کھولی

"ان کے فرشتے بھی کھولیں گے۔" عمران سر ہلا کر بولا "میرے کام کرنے کے طریقے ایسے ہی اوٹ پٹانگ ہیں کہ ایک بار مردہ کہہ اٹھے۔ ارے ارے یہ کیا کر رہے ہو۔ بھائی دیکھتے نہیں ہو۔ میں مر گیا ہوں۔"

عمران نے جولیا کی طرف دیکھ کر ایک آنکھ دبائی۔

"چل پڑا چرخہ....." جولیا برا سامنہ بنا کر بڑبڑائی۔

"مگر جانا کہاں ہوگا؟" چوہان نے پوچھا۔

"یہ تو ان گدھوں کو بھی نہیں معلوم۔ ان کے پاس پرتگال کے ایک ایسے بار بردار اسٹیمر کے شناخت نامے ہیں، جو آج کل گودی ہی میں لگا ہوا ہے اور ان شناخت ناموں کا یہ مطلب ہے کہ وہ اسی اسٹیمر کے عملے سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"خیر! وہ تو اس طرح نکل جائیں گے لیکن لڑی اور رابرٹو کا کیا بنے گا؟" خاور نے پوچھا۔

"آج میں فرینڈو کے میک اَپ میں اسٹیمر کے کپتان سے ملوں گا اور اسے اطلاع دوں گا کہ کامیابی ہو گئی ہے۔ پھر وہ کوئی تدبیر بتائے گا۔"

خاور تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا "اوہ! میں تو چل ہی سکوں گا۔ آپ تین کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ چار آدمیوں کی گنجائش تو بالکل سامنے کی بات ہے آخر آپ بھی تو قیدیوں ہی میں شامل ہوں گے۔ ایک فرینڈو ہوگا۔ دوسرا ہنری اور تیسری مونا!"

"چلو ٹھیک ہے!" عمران سر ہلا کر بولا "اب اس کا فیصلہ ایکس ٹو ہی کرے گا کہ چوتھے آدمی تم ہو گے یا چوہان!"

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ ایکس ٹو اپنے چار آدمیوں کو اس طرح موت کے منہ میں جھونک دے گا۔" جولیا نے کہا۔

"ایکس ٹو کوئی نازک اندام لڑکی نہیں ہے....." عمران کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ نظر آئی "نہ اس کی سانس پھولتی ہے اور نہ اس کا دل دھڑکتا ہے۔"

"اگر تم اس مہم کے سربراہ بنائے گئے تو..... میں ہرگز نہ جاؤں گی!" جولیا نے کہا۔

اور صفدر مسکرانے لگا۔



اسی شام کو جولیا نے ایکس ٹو کی کال ریسیو کی۔

"جولیا!" وہ کہہ رہا تھا "اسٹیمر کل روانہ ہوگا۔ تم چوہان اور صفدر سمیت عمران کا ساتھ دو گی۔"

"مگر رابرٹو اور لزی کا کیا ہوگا؟"

"عمران نے سارے معاملات کپتان سے طے کر لئے ہیں۔"

"مگر.... عمران.... وہ بہت تکلیف دہ ہو جاتا ہے جناب!"

"مجھے علم ہے۔ بعض اوقات وہ میرے لئے بھی تکلیف دہ ہو جاتا ہے لیکن کیا تم میں کوئی اور بھی ایسا ہے جو کسی ایسے سفر میں رہنمائی کر سکے.... کیا شکرال کی مہم تمہارے حافظے میں نہیں رہی۔"

"وہ تو ٹھیک ہے.... مگر....!"

"تیاری کرو.... بقیہ ہدایات تمہیں عمران سے ملیں گی۔" دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

جولیا سوچ رہی تھی کہ اسے کس قسم کا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔ عمران کے ساتھ کسی سفر کا تصور لذت انگیز بھی تھا اور تکلیف دہ بھی وہ اس کے قرب سے لذت اندوز بھی ہوتی تھی اور اس کا رویہ اسے جھلاہٹ میں بھی مبتلا کر دیتا تھا۔ مگر یہ کوئی نئی بات نہیں تھی اسے ہر حال میں عمران کا پابند رہنا پڑتا تھا خواہ وہ لمحہ جھلاہٹ کا ہو خواہ لذت اندوزی کا۔

شام کو عمران پہنچ گیا۔ وہ تنہا تھا اور اس نے ایوننگ سوٹ بڑے سلیقے سے پہنا تھا۔ ظاہر میں کوئی چیز بھی مضحکہ خیز نہیں تھی اور چہرے پر بھی حماقتوں کی بجائے سنجیدگی ہی نظر آ رہی تھی۔

جولیا نے اسے نہ تو خوش آمدید کہی اور نہ بیٹھنے ہی کو کہا۔

عمران ایک صوفے میں ڈھیر ہوتا ہوا کراہا۔ لیکن جولیا نے پھر بھی توجہ نہ دی۔ وہ جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکال کر پھاڑنے لگا۔

"مجھے باہر جانا ہے" جولیا نے تھوڑی دیر بعد کہا اور عمران چیونگم کچلتا ہوا دیوار پر نظر آنے

والی ایک پینٹنگ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"میں کہہ رہی ہوں کہ مجھے باہر جانا ہے۔"

"میں سن رہا ہوں کہ تمہیں باہر جانا ہے۔" عمران بدستور پینٹنگ ہی کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"کیا میں تمہیں یہیں مقفل کر کے جاؤں گی!"

"کیا تم مجھے یہیں مقفل کر کے جاؤ گی!" عمران متحیرانہ انداز میں اس کی طرف مڑا۔

"جاؤ یہاں سے۔" جولیا جھلا کر کھڑی ہو گئی۔

"ابھی تم نے چائے بھی نہیں پلائی۔ یاد کرو کتنے دن ہوئے جب تم نے کہا تھا کہ شکر ختم ہو گئی ہے اس دن سے میں تمہاری چائے کا منتظر ہوں! اور ابھی تک شادی بھی نہیں کی۔"

"شادی تو تمہاری کسی کتیا ہی سے ہو گی۔"

"اسی لئے اب تم سے روزانہ ملا کروں گا۔ شاید ہو ہی جائے۔"

"چلے جاؤ!" جولیا حلق پھاڑ کر دہاڑی۔

"اب کاٹنے بھی دوڑو۔ میں اپنی تقدیر پر شاکر ہوں۔" عمران نے مسمسی سی صورت بنا کر کہا اور جولیا پھر دھب سے کرسی پر بیٹھ گئی۔ پھر جھلا کر فون کی طرف بڑھی۔

تنویر کے نمبر ڈائل کئے لیکن وہ شاید گھر پر موجود ہی نہیں تھا۔

اس کے بعد کسی جنرل مرچنٹ کے نمبر رنگ کر کے پوچھنے لگی کہ اس کے یہاں کتوں کے گلے میں ڈالے جانے والے پٹے تو نہ ہوں گے۔

عمران کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔ اور پھر دوسرے ہی لمحے میں جولیا ریسیور رکھ کر اس پر برس پڑی۔

"جاؤ چلے جاؤ یہاں سے۔ میں تمہاری شکل نہیں دیکھنا چاہتی۔ تمہیں اس سفر سے متعلق جو کچھ بھی کہنا ہو کہو اور چپ چاپ چلے جاؤ۔"

"میں تو خوابگاہوں کا مسافر ہوں۔" عمران نے مغموم لہجے میں کہا۔

"کمینے ہو تم! اب جاؤ ورنہ ایکس ٹو سے شکایت کروں گی۔"

"وہ بیچارہ اس سلسلے میں کیا کر سکے گا۔ وہ خود ہی ایک فلم ایکٹریس پر جان دیتا ہے۔ کہتا ہے کہ اگر "بابل" والی ٹن ٹن نہ ملی تو میں پاؤ بھر حلوہ سوہن کھا کر ڈیڑھ سیر ٹھنڈا پانی پی لوں گا۔"

"خدا کے لئے جاؤ یہاں سے میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" جولیا آخر کار بے بسی سے پیشانی رگڑتی ہوئی بولی۔

"کس طرح ٹھیک ہو گی؟"

"تم اپنا منہ کالا کرو۔"

عمران خاموشی سے اٹھ کر لکھنے کی میز کے قریب آیا اور چلّو میں روشنائی انڈیل کر اپنے منہ پر ملنے لگا۔ ساتھ ہی کہتا بھی جا رہا تھا "کاش! میں تمہیں اسی طرح خوش رکھ سکوں۔ ویسے تم اب اردو اچھی خاصی بولنے لگی ہو۔ مگر منہ کالا کرنا اردو میں کئی طرح مستعمل ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ مجھے تمہاری میز پر روشنائی کی بوتل مل گئی۔"

جولیا ہنس پڑی۔ لیکن اس ہنسی میں غصہ اور بے بسی دونوں شامل تھے۔

"اب تم قالین کا ستیاناس کرو گے۔" وہ اس کی طرف جھپٹی۔ عمران آئینے میں اپنی شکل دیکھ رہا تھا۔

"اگر کوئی آجائے تو؟" جولیا نے اس کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا "میں کہتی ہوں.... چہرہ صاف کرو جا کر.... ورنہ میں اس سے زیادہ بُری حالت بنا دوں گی تمہاری!"

عمران کھڑا پلکیں جھپکاتا رہا۔

"چلو!" وہ اسے باتھ روم کی طرف دھکیلنے لگی۔ اب اس کی آنکھوں میں بھی شرارت ناچ رہی تھی۔

اس نے اسے باتھ روم میں دھکیل دیا اور اتنی پھرتی سے دروازہ کھینچ کر اسے باہر سے بولٹ کیا کہ عمران کو سنبھلنے کا موقعہ ہی نہ مل سکا۔

"اب آرام کرو.... صبح تک!" جولیا نے باہر سے قہقہہ لگایا۔

عمران نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ اطمینان سے واش بیسن پر جھکا ہوا منہ دھو رہا تھا.... مگر اس احمقانہ تفریح کی وجہ خود اس کی سمجھ میں بھی نہ آسکی۔ اکثر سچ مچ اس سے سو فیصدی خالص حماقتیں بھی سرزد ہو جایا کرتی تھیں۔

وہ جانتا تھا کہ جولیا آج اسے پریشان ہی کر ڈالے گی۔ ہو سکتا ہے یہ محض دھمکی ہی نہ ہو کہ صبح تک بند رہنا پڑے گا۔

یہ سوچ کر اس نے باتھ روم کے بلب کے ہولڈر میں انگلی رکھ کر فیوز اڑادیا پھر چیخا۔ "یہ ظلم تو نہ کرو۔ میں اندھیرے میں زندہ نہ رہ سکوں گا۔"

"پتہ نہیں کیوں....."جولیادروازے کے قریب آکر بولی"شاید فیوز اڑ گیا ہے!"

"اوہ.... اس خیال میں نہ رہنا۔" عمران جلدی سے بولا"تم نہیں جانتیں کہ ہم کتنے خطرات میں ہیں..... جھپٹ کر کمرے کا دروازہ بند کردو۔ جلدی کرو۔"

اس نے فوراً ہی دوڑنے کی آواز سنی۔ دروازہ آواز کے ساتھ بند ہوا۔ پھر جلد ہی باتھ روم کا دروازہ بھی کھل گیا۔

اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔

عمران اتنی صفائی سے غسل خانے سے نکلا کہ جولیا کو احساس تک نہ ہوسکا۔

"تم کہاں ہو؟" جولیا نے آہستہ سے کپکپائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ لیکن عمران نے جواب نہ دیا۔ وہ ایک صوفے پر نیم دراز سر کھجا رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔

"عمران....." اس نے اسے پھر آہستہ سے پکارا۔

"جہاں ہو وہیں ٹھہرو!" عمران نے کہا "میں دراصل تمہیں یہ بتانے آیا تھا کہ میں فرینڈو کے میک اپ میں چلوں گا۔ صفدر ہنری کے میک اپ میں ہوگا۔ چوہان پر ڈبل میک اپ کیا جائے گا.... پہلے عمران کا..... اور پھر اس پر کچھ ڈاڑھی واڑھی لگادی جائے گی۔ تم مونا کے میک اپ میں ہوگی۔ حالانکہ اس سفر کے لئے تم چنداں ضرور نہیں تھیں۔ مگر کیا کیا جائے آخر اس کمبخت مونا کی جگہ کون پُر کرے گا۔ پتہ نہیں یہ اُلّو کے پٹھے عورتوں کو کیوں ساتھ لئے پھرتے ہیں..... اچھا! اب میں چلا..... کل بارہ بجے تک ساری تیاری مکمل کرنی ہیں۔ ٹھیک آٹھ بجے صبح دانش منزل پہنچ جانا۔"

"تم کہاں جارہے ہو؟"

"گھر!"

"کیا مطلب؟"

"اب تم اطمینان سے فیوز باندھتی رہنا لیکن اس سے پہلے باتھ روم کے ہولڈر سے انگلی نکالنا ..کل وصول کرلوں گا۔"

"اوہ...." وہ غالباً دانت پیس کر غرائی تھی۔

اور عمران مزید کچھ کہے بغیر باہر نکل آیا تھا۔



دوسری صبح وہ سب دانش منزل میں اکٹھے ہوئے۔ عمران فرینڈو کے میک اپ میں تھا۔ صفدر ہنری کے میک اپ میں اور خود جولیا مونا کے میک اپ میں.... لزی اور رابرٹو اسی عمارت میں اب بھی تھے جہاں انہیں رکھا گیا تھا۔

فرینڈو، ہنری اور مونا دانش منزل میں قید تھے اور ان کی نگرانی بلیک زیرو کے سپرد تھی جو آج کل عموماً ایک ملازم کے بھیس میں دانش منزل میں ہی رہتا تھا۔

"اوہ!" یک بیک صفدر چونک کر بولا "جوزف کے لئے آپ نے کیا سوچا ہے.... اس کے لئے کہاں سے گنجائش نکلے گی؟"

"اس کے لئے پہلے ہی انتظام کر چکا ہوں۔ اگر تم لوگ دیکھنا چاہتے ہو تو میرے ساتھ آؤ۔"

وہ انہیں دانش منزل کی حوالات تک لایا۔

سلاخوں کے پیچھے فرینڈو کے ساتھیوں کے علاوہ ایک لمبا تڑنگا حبشی بھی موجود تھا وہ انہیں دیکھ کر کسی بن مانس کی طرح غراتا ہوا اچھلنے کودنے لگا۔ اور عمران اپنے ساتھیوں سے بولا۔

"جوزف اس کی جگہ لے گا۔"

فرینڈو، ہنری اور مونا خاموش تھے۔

دفعتاً مونا فرینڈو پر الٹ پڑی.... "سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے تم نے ہی اس کام کا ذمہ لیا تھا۔ میں کہہ رہی تھی کہ کسی اجنبی ملک میں ہم قریب قریب بے بس ہوں گے۔"

"تم نے بالکل ٹھیک کہا تھا لڑکی۔" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا "اب بہتری اسی میں ہے کہ بوغا کا صحیح پتہ بتا دو۔ ورنہ ہماری عدم موجودگی میں یہاں والے تمہارے آرام کا خیال نہیں رکھیں گے۔"

"جو کچھ ہمارے علم میں تھا بتا چکے.... اس سے زیادہ نہیں جانتے۔" مونا رومانسی آواز میں بولی "بوغا کا پتہ بہت ہی خاص آدمیوں کو معلوم ہوتا ہے ہمارا کام تو بس اتنا ہی تھا کہ ہم تم لوگوں

۔۔بی اسٹیمر واسکوڈی گاما پر پہنچادیں اور خود بھی تمہارے ساتھ رہیں.... تم لوگ کہاں لے ئے جاؤ گے ہمیں اس کا علم نہیں تھا شاید ابھی اسٹیمر کے کپتان کو بھی اس کا علم نہ ہو.... راستے ہی میں اسے اطلاع ملے گی۔ مگر میں کہتی ہوں کہ تم لوگ بہت بڑا خطرہ مول لے رہے ہو!"

عمران اس کی بات کا جواب دیئے بغیر واپسی کے لئے مڑ گیا۔

"ایک تماشہ اور دکھاؤں گا۔" عمران نے جولیا سے کہا اور صرف اسی کا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک طرف چلنے لگا۔ صفدر سے اس نے ہال میں چلنے کو کہا تھا۔

"کہاں لے جا رہے ہو؟" جولیا نے ڈھیلے ڈھالے لہجے میں کہا۔ میں پچھلی رات کا بدلہ تم سے ضرور لوں گی۔ خواہ کچھ ہو۔"

"میں تمہیں نہیں روکوں گا۔" عمران نے لاپروائی سے کہا اور وہ ایک کمرے میں داخل ہوئے۔

جولیا کا ہاتھ اب بھی عمران ہی کے ہاتھ میں تھا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی جولیا بوکھلا گئی اور اسے غصہ بھی آیا! آخر یہ عمران کیا کرتا پھر رہا ہے کیوں خواہ مخواہ اپنے لئے مصیبتیں مول لیتا ہے۔ سامنے مسہری پر تنویر چت لیٹا ہوا پلکیں جھپکا رہا تھا۔

"السلام علیکم۔" عمران نے اسے مخاطب کیا۔

تنویر نے سر گھما کر ان کی طرف دیکھا اور نحیف سی آواز میں سلام کا جواب دے کر آہستہ آہستہ کراہنے لگا۔

جولیا متحیرانہ انداز میں کبھی عمران کی طرف دیکھتی اور کبھی تنویر کی طرف۔

عمران نے تنویر سے کہا "سنو دوست! ہم دونوں شادی کرنے جا رہے ہیں۔"

"خدا مبارک کرے!" تنویر نے کراہ کر کہا اور جولیا جو عمران پر الٹ پڑنے کا ارادہ ہی کر رہی تھی کہ حیرت سے منہ کھول کر رہ گئی کیونکہ یہی تنویر جولیا کو عمران کے ساتھ دیکھ کر آگ بگولہ ہو جایا کرتا تھا چہ جائیکہ اس وقت اس نے نہ صرف اس کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا بلکہ شادی کی خوشخبری بھی دے رہا تھا لیکن یہ تنویر....؟ اس نے اسے مبارکباد کہا تھا۔

یہ کیا بیہودگی ہے؟" جولیا نے جھٹکے کے ساتھ اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے عمران سے کہا۔

تنویر نے اس پر مسکرا کر کہا تھا"ایسے مبارک موقع پر لڑائی جھگڑا اچھا نہیں ہوتا۔"

تنویر کے لہجے میں جولیا نے خلوص محسوس کیا تھا۔

"تمہارا نام کیا ہے بھائی؟" عمران نے تنویر سے پوچھا۔

"میرا نام.... میرا نام....!" تنویر کچھ سوچتا ہوا بولا "میرا نام زنجیر ہے۔"

"دیکھو بھائی زنجیر! یہ بڑی بد تمیزی ہے کہ تم لیٹے ہوئے ہو اور ہم کھڑے ہیں۔" عمران نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔

"بھائی!" تنویر دردناک آواز میں کراہا۔"میں مجبور ہوں اٹھ نہیں سکتا میرے پیٹ میں آنتیں نہیں ہیں لہذا میری زندگی کا انحصار صرف لیٹے ہی رہنے پر ہے۔"

"اچھی بات ہے! لیٹے رہو۔" عمران نے کہا اور جولیا کو ساتھ آنے کا اشارہ کر کے دروازے کی طرف مڑ گیا۔

راہداری میں دونوں کے درمیان چار پانچ گز کا فاصلہ تھا۔ دفعتاً جولیا نے جھپٹ کر اس کا بازو پکڑ لیا اور روکتی ہوئی بولی "یہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔ تنویر کو کیا ہو گیا ہے؟"

"میں نے اس کی آنتیں نکلوالی ہیں۔" عمران نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"فضول باتیں نہ کرو.... یہ کیا پاگل پن ہے؟"

"اطمینان سے بتاؤں گا۔ یہ ابھی کچھ دیر بعد ٹھیک ہو جائے گا۔"!

"تم نے کیا کیا ہے؟"

"چلتی رہو! بتاتا ہوں.... میں، رابرٹو اور لزی اسی طرح لے جائے جاتے۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"یہ ایک عرق ہے جو جسم میں انجکٹ کیا جاتا ہے اور اس کا اثر آٹھ یا دس گھنٹے تک باقی رہتا ہے۔ آٹھ گھنٹے بعد وہ پھر اپنا نام زنجیر کی بجائے تنویر بتانے لگے گا اور اس کی آنتیں پیٹ میں پہنچ جائیں گی۔"

"تم نہیں بتاؤ گے!" جولیا نے آنکھیں نکالیں۔

"پھر بتاؤں گا۔" عمران نے کہا۔

ل میں پہنچ چکے تھے۔

صفدر نے آگے بڑھ کر عمران سے پوچھا۔

"وہ حبشی کہاں سے ٹپک پڑا؟"

"وہ بھی شب تار کا بھتیجا ہے۔ جب میں اسٹیمر پر گیا تھا تو میری نظر اس پر پڑی تھی۔ یہ اسٹیمر کے خلاصیوں میں سے تھا۔ میں نے بحیثیت فرینڈ و کپتان کو بتایا تھا کہ میں نے عمران، رابرٹو اور لزی کو قابو کر لیا ہے اس نے انہیں جہاز تک لانے کی تدبیر بتائی اور میں نے اس سے ایک مضبوط آدمی مانگا۔ نظر انتخاب اس حبشی پر پہلے ہی پڑ چکی تھی۔ اس نے جب مجھے کسی کو منتخب کرنے کو کہا تو میں نے اسی کی طرف انگلی اٹھا دی۔ اور اب جوزف اس کی جگہ لے گا.... میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتا! آپ لوگ براہ کرم یہیں ٹھہریئے!"

"تم جولیا سے اڑنے کی کوشش کر رہے ہو۔" جولیا آنکھیں نکال کر بولی۔ "یہ مت بھولو کہ تم نے یہ تذکرہ میرے سامنے چھیڑا ہے۔ تمہیں تفصیل میں جانا ہی پڑے گا۔ خواہ اس کے لئے جہنم میں سے کیوں نہ گزرنا پڑے۔ میں سسپنس میں رہنے کی عادی نہیں۔"

"ایسی غراہٹیں سن کر میرا نروس بریک ڈاؤن بھی ہو سکتا ہے۔"

عمران خوفزدہ آواز میں بولا۔ "خدا کے لئے آہستہ بولو.... تم کیا پوچھنا چاہتی ہو؟"

"تنویر والا معاملہ!"

"ہوں! یہ بتاؤ کہ لزی اور رابرٹو جہاز پر کیسے لیجائے جاسکتے۔ ظاہر ہے کہ انہیں قیدیوں کی طرح نہیں لے جایا جا سکتا.... بیہوش کر کے صندوقوں میں بند کیا جائے تو جہاز پر بار ہونے سے پہلے کسٹم کا عملہ صندوق ضرور کھلوائے گا لیکن کپتان ایک ایسی تدبیر بھی کر سکتا ہے کہ تینوں قیدی برضا و رغبت اسٹیمر پر چلے جائیں.... قیدی تین شناخت ناموں کی تصاویر کے میک اپ میں ہوں گے۔ ان سے اگر پوچھ گچھ کی جائے گی۔ تو وہ اپنے وہی نام بتائیں گے جو ان شناخت ناموں پر تحریر ہوں گے۔ مثال کے طور پر تنویر کو لے لو جو اپنا نام زنجیر بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کے پیٹ میں آنتیں ہی نہیں ہیں۔"

"تو تم نے کوئی عرق اس کے جسم میں انجکٹ کیا ہے جو تمہیں کپتان سے ملا تھا۔"

"ہاں.... اسے انجکٹ کرو.... اور جس کے انجکٹ کرو.... اس سے جو چاہے کہلوا لو.... وہ قطعی ہوش میں معلوم ہوگا.... لیکن اس کی اپنی قوتِ ارادی فنا ہو چکی ہوگی.... تنویر خود

لوز بلٹر کہتا ہے.... کیونکہ میں نے اس کو یہی بتایا تھا کہ اس کا نام زنجیر ہے.... میں نے اسے پلنگ پر لٹا کر کہا تھا کہ وہ اٹھ نہیں سکتا.... کیونکہ اس کے پیٹ میں آنتیں نہیں ہیں!"

"اوہ! مگر تمہیں اس کی ہمت کیسے ہوئی کہ تم تنویر کو تختہ مشق بناؤ۔"

"غلطی ہوئی۔ اگر تم چاہو تو میں تمہیں گلہری خانم بنا کر دُم کی تلاش میں سرگرداں کر سکتا ہوں۔ تم ساری دنیا میں اپنی دُم تلاش کرتی پھرو گی۔"

"تم بعض اوقات حد سے گذر جاتے ہو۔" جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"کیوں میرا دماغ چاٹ رہی ہو.... اسی چوہے ایکس ٹو نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اس عرق کا تجربہ کسی بلی پر کروں لیکن تم نہیں ملیں لہذا اُسی کے کہنے کے مطابق بلی کے بعد تنویر پر تجربہ کرنا پڑا۔"

جولیا کسی سوچ میں پڑ گئی۔



دوسرے دن وہ سب اسٹیمر پر تھے۔ چوہان دوہرے میک اپ میں تھا۔ ان تینوں کو عرق انجکٹ کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ انہیں تو ہر حال میں جعلی شناخت ناموں ہی سے منسلک رہنا تھا۔ اسٹیمر پر پہنچتے ہی تینوں کو ایک کیبن میں بند کر دیا گیا جوزف خلاصیوں سے جا ملا تھا۔ عمران نے اسے اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ وہ زیادہ تر اپنی زبان ہی بند رکھے اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرے کہ اسے شدید ترین زکام ہو گیا ہے تاکہ آواز کی تبدیلی پر کسی کو شبہ نہ ہو سکے۔ شراب کے لئے خصوصیت سے سمجھایا تھا کہ دوسرے لوگوں کے معمول سے تجاوز کرنا ہو تو ہمیشہ علیحدگی میں پیئے۔ کسی کے سامنے بلانوشی کا مظاہرہ خطرناک اور اشتباہ انگیز ثابت ہو گا۔

جولیا کو اس نے بتایا کہ فرنینڈو مونا کا شوہر تھا۔

"تو پھر؟" جولیا نے آنکھیں نکالیں۔

"لہذا مجبوراً تمہیں بھی میرا شوہر بنانا پڑے گا!" عمران کے لہجے میں بے بسی تھی۔

"میں کسی قسم کی بھی بیہودگی نہیں برداشت کر سکتی.... سمجھے؟"

"اگر شوہر اور بیوی ہونا بیہودگی ہے تو میں واپسی پر اپنے والدین کو گولی مار دوں گا۔"

"کام کی باتیں کرو.... اب کیا کرنا ہے؟"

"کسی ایسے جزیرے میں جا کر مرنا ہے.... جہاں شادی بیاہ کا رواج ہی نہ ہو۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

جہاز کے کپتان کا نام پیڈرو تھا۔ اور یہ نام صفدر کو نہ جانے کیوں صوتی اعتبار سے اس کی شخصیت سے زیادہ ہم آہنگ معلوم ہوتا تھا وہ ایک پستہ قد اور بلڈاگ قسم کا آدمی تھا۔ گردن موٹی اور برائے نام تھی۔ اتنی مختصر سی تھی کہ اسے کسی جانب صرف سر گھمانے کی بجائے پورا جسم گھمانا پڑتا تھا۔ ہر وقت اس کے ہونٹوں پر ایک موٹا سا سگار دبا رہتا اور آنکھیں شراب کے نشے میں ڈوبی رہتیں۔

لیکن اس کے باوجود بھی وہ کسی سے گفتگو کرتے وقت بے حد پُر سکون نظر آتا ویسے حلیہ کسی جھگڑالو ہی آدمی کا سا تھا۔ جہاز کا عملہ اس سے خائف نظر آتا۔ اس کے ماتحت اس سے گفتگو کرتے وقت ہکلانے لگتے تھے۔ عمران نے جولیا اور صفدر کو سمجھا دیا تھا کہ وہ بھی خود کو خائف ہی ظاہر کرنے کی کوشش کیا کریں۔

عمران کا خیال تھا کہ پیڈرو بوغا کے خاص آدمیوں میں سے ہے اسی لئے قیدیوں کو اسٹیمر تک پہنچانے کی ذمہ داری اس کے سپرد کی گئی تھی۔ فرینڈو اور اس کے ساتھیوں کو تو صرف اپنے شکار کو قابو میں کرنا تھا۔

اس حیرت انگیز عرق کی تھوڑی سی مقدار عمران نے پار کر دی تھی جو اسے پیڈرو سے ملا تھا اس کے عوض شیشی میں اسے تھوڑا سا پانی ڈالنا پڑا تھا اور پھر شیشی پیڈرو کو واپس کر دی تھی۔

جولیا نے عمران سے پوچھا "آخر تنویر اس تجربہ کے لئے تیار کیسے ہو گیا تھا۔"

"اس کے فرشتے بھی تیار ہوتے۔" عمران نے جواب دیا "ایکس ٹو نے اسے مجبور کیا تھا۔ مگر وہ بھی بڑا ستم ظریف ہے۔ اس نے تنویر سے فون پر پوچھا تھا کہ کیا وہ زکام میں مبتلا ہے؟ ظاہر ہے کہ تنویر نے اثبات ہی میں جواب دیا ہو گا۔ کیونکہ وہ حقیقتاً زکام میں مبتلا تھا۔ ایکس ٹو نے کہا کہ یہ زکام انفلوئنزا میں بھی تبدیل ہو سکتا ہے اس لئے اسے فوراً دانش منزل پہنچنا چاہئے جہاں ڈاکٹروں کا ڈاکٹر.... ڈاکٹر علی عمران ایم ایس سی پی ایچ ڈی جھاپکو پیتھ اسے انجکشن دے گا۔"

"اوہ.... تو یہ کہو! ورنہ تم بیچارے کیا آمادہ کر سکتے اسے...." جولیا نے کہا اور عمران صرف

مسکرا کر رہ گیا۔

صفدر کو تو ابھی تک یہ بھی نہیں معلوم ہو سکا تھا کہ اس نائٹ کلب کے منیجر کا کیا ہوا تھا؟ وہ اسے بیہوش چھوڑ آئے تھے۔ ہوش میں آنے پر اس نے ہنری سے ضرور رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ہوگی جو لزی اور رابرٹو کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

صفدر کے استفسار پر عمران نے بتایا کہ ہوش میں آنے پر منیجر نے بلاشبہ فون پر ہنری سے رابطہ قائم کیا تھا لیکن اس وقت تک چوہان ہنری کی جگہ لے چکا تھا۔ اس لئے بات جہاں تھی وہیں رہ گئی تھی۔ اس نے اسے اطمینان دلا دیا تھا کہ وہ ان دونوں بلیک میلرز سے بھی سمجھ لیں گے اسے پریشان نہ ہونا چاہئے!

اور اب وہ سبھی سوچ رہے تھے کہ عمران نے کتنے حیرت انگیز طور پر حالات اپنے قابو میں کئے تھے۔

رابرٹو لزی سے کہتا "دیکھ لیا تم نے عمران کو.... کون ہے جو اسے احمق یا لاپرواہ سمجھے گا!"

"مگر اب کیا ہوگا؟" لزی پوچھتی۔

"خدا ہی جانے! میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ عمران نے موت کے منہ میں چھلانگ لگائی ہے اور لزی بوغا سے الجھنا موت ہی کو دعوت دینا ہے۔ یہ تو اس کا ایک بہت معمولی سا شعبدہ تھا۔"

پیڈرو اب ان لوگوں سے قطعی بے تعلق ہو گیا تھا۔ عمران خود بھی یہی چاہتا تھا کہ اسے اس سے زیادہ گفتگو نہ کرنی پڑے۔

رابرٹو کی حوالات کی کنجی عمران ہی کے پاس تھی۔ دوسرے دن رابرٹو نے عمران کی اس حرکت پر شدت سے احتجاج کیا کہ وہ دیدہ دانستہ ان سبھوں کو موت کے منہ میں لئے جا رہا ہے۔

"او اب ہوش آیا ہے تمہیں؟" عمران مسکرایا۔

"حالات نے میرے اوسان بحال نہیں رکھے تھے۔" رابرٹو بولا۔ "تم نہیں سمجھ سکتے کہ تم سے کتنی بڑی غلطی سرزد ہو رہی ہے۔ بوغا کے دشمن اس سے دور بھاگتے ہیں اور تم.... خود ہی اس کے جال میں پھنسنے کے لئے جا رہے ہو بلکہ مجھے یہ کہنا چاہئے کہ پھنس چکے ہو۔"

"پھنس چکے ہیں نا....؟"

"مجھے تو اس میں شبہ نہیں ہے۔"

"تو بس پھر صبر کرو کہ اس کا پھل میٹھا ہے۔ گٹھلی سمیت نگل لینا۔" عمران نے لڑکی کی طرف مڑتے ہوئے کہا "ہاں اب تم کہو۔"

"میں کیا کہوں؟" لڑکی نے بُرا سامنہ بنا کر جواب دیا۔

عمران جو شاید ان کی چڑ چڑاہٹ سے لطف اندوز ہونا چاہتا تھا ہنس کر بولا "تم کہہ بھی کیا سکتی ہو کیونکہ گردنیں تو ہماری کٹیں گی۔ تم تو بوغا ہی کی لڑکی ٹھہریں۔"

"ہوں بس ہوشیار ہی رہنا مجھ سے۔"

"دوسری بات!" رابرٹو ہاتھ اٹھا کر بولا "جوزف کے لئے کیا سوچا ہے؟"

"کیوں؟"

"وہ اس جہاز میں ایک خلاصی کی حیثیت میں ہے کپتان جہاں کہیں بھی اتارے گا صرف ہمیں اتارے گا.... اور جوزف....؟"

"پرواہ مت کرو!" عمران نے شانوں کو جنبش دی "یہ دیکھنا میرا کام ہے!"

"میرا خیال ہے کہ میں تمہیں بہت جلد الٹا لٹکا ہوا دیکھوں گی۔"

"بیکار باتیں نہ کرو!" رابرٹو بولا۔ پھر اس نے عمران سے پوچھا "کیا تمہیں علم ہے کہ ہم کہاں اتارے جائیں گے؟"

"ابھی تک تو نہیں معلوم ہو سکا۔"

"تم سچ مچ آنکھیں بند کر کے اندھے کنویں میں کود پڑے ہو۔"

"ہوں.... اوں...." عمران کچھ سوچنے لگا تھا۔

"اور پھر کیا یہ ضروری ہے کہ ہم ایک ہی جگہ اتارے جائیں۔ تمہارے بیان کے مطابق فرنینڈ و اٹلی سے آیا تھا لیکن مجھے یقین نہیں ہے کہ ہمیں بھی اٹلی ہی جانا پڑے جب کہ بوغا خود ہی لا تعداد چھوٹے چھوٹے جزیروں پر حکمرانی کرتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہم اور چوہان کسی جزیرے میں اتار دیئے جائیں۔ تم لوگ بحیثیت فرنینڈو، ہنری اور مونا اٹلی چلے جاؤ!"

"مفت میں اٹلی کا سفر.... ہاہا...." عمران نے بچکانہ انداز میں خوشی ظاہر کی۔

"تم کیوں اپنا دماغ خراب کر رہے ہو رابرٹو!" چوہان نے کہا۔

"محض اس لئے کہ تم لوگ بوغا سے اچھی طرح واقف نہیں ہو۔"

"اب ہو جائیں گے!" عمران نے لاپروائی سے کہا اور حوالات سے باہر نکل کر دروازہ مقفل کر دیا۔

لیکن وہ حقیقتاً لاپروائی برتنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ یہ سارے سوالات پہلے ہی اس کے ذہن میں پیدا ہو چکے تھے اور وہ ان کے جواب کے لئے نئے حالات کا منتظر تھا!



وہ دن بھی یونہی گذر گیا اور پیڈرو کی طرف سے اسے کوئی خاص اطلاع نہ مل سکی اب تو ایسا معلوم ہونے لگا تھا جیسے پیڈرو جہاز پر ان کی موجودگی سے لاعلم ہی ہو۔ اکثر عمران کا اور ان کا سامنا بھی ہو جاتا تھا لیکن عمران کو اس کی آنکھوں میں شناسائی کی ہلکی سی جھلک بھی نہ دکھائی دیتی۔ وہ اس طرح اس کے قریب سے گذر جاتا جیسے پہلے کبھی ملاقات ہی نہ ہوئی ہو۔ ایسی صورت میں اس سے کوئی کام نکال لینا کتنا مشکل تھا۔ ویسے اگر اس سے مل بیٹھنے کا مواقع بھی نصیب ہوتے رہے ہوتے تو بات دوسری تھی۔ عمران اب تک بہت کچھ کر چکا ہوتا۔

صفدر اور جولیا کے ذہنوں میں بھی وہی سوالات ابھرے تھے جو رابرٹو کی بے چینی کا باعث بنے ہوئے تھے عمران نے اسے تو ٹال دیا تھا لیکن یہ دونوں سر ہو گئے۔

"یہ حقیقت ہے!" عمران نے سنجیدگی سے کہا "یہ ایک اندھی چال تھی اور اب بھی ہم اندھیرے ہی میں ہیں لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ وہی ہو جو تم لوگ سوچ رہے ہو۔"

"اس کے علاوہ اور کیا صورت ہو سکتی ہے؟" صفدر بولا۔

اس کے جواب کا انحصار بھی آئندہ پیش آنے والے حالات پر ہے۔"

"کیا یہ دیوانگی نہیں تھی؟" جولیا نے بُرا سا منہ بنا کر کہا "تم صرف رابرٹو کی حفاظت کر سکتے ہو۔ اس قصے کو وہیں ختم کر دیتے۔ مگر تم کیا کرو.... ایکس ٹو ہی کی دیوانگی کہی جا سکتی ہے۔ کون جانے اسے بھی تم نے غلط مشورہ دیا ہو!"

"کیا وہ ماتحتوں کے مشورے قبول کر لیتا ہے؟"

"ضروری نہیں ہے کہ اس کا رویہ تمہارے ساتھ بھی وہی ہو جو ہمارے ساتھ ہے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر صفدر نے کہا "خیر اگر ہم اٹلی پہنچ گئے تو وہاں سے ہماری

واپسی ممکن ہے لیکن ان تینوں کا کیا ہوگا.... عمران میں یہی کہوں گا کہ وہ محض تمہاری وجہ سے مارے جائیں گے۔ میرا دعویٰ ہے کہ یہ بات تم نے ہی ایکسٹو کو سمجھائی ہوگی کہ بوغا کا پتہ صرف اس طرح لگایا جاسکتا ہے۔"

"میری ہی وجہ سے دنیا میں آئے دن مختلف مقامات پر زلزلے آتے رہتے ہیں۔ لوگ گرتی ہوئی عمارتوں میں دب کر مر جاتے ہیں اور ان کا خون میری گردن پر ہے۔"

"باتوں میں مت اڑاؤ.... تم نے ہمیں مصیبت میں پھنسا دیا ہے۔" جولیا جھلا گئی۔

"اچھا چلو۔ اب میں خاموش ہی رہونگا۔ نکل جاؤ مصیبتوں کے جال سے۔ اگر منع کر دوں تو گردن اڑا دینا۔ وعدے کا پکا ہوں۔" عمران نے کہا اور جولیا دانت ہی پیستی رہ گئی۔

تیسرے دن پیڈرو نے عمران کو اپنے کیبن میں بلوایا۔ وہ اس وقت نیلی پتلون، سفید سینڈو کٹ بنیان میں تھا۔ رم کی بوتل اور گلاس سامنے موجود تھے۔

"بیٹھ جاؤ۔" اس نے عمران کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

عمران نے اس طرح پلکیں جھپکائیں جیسے اس کے شعور میں خطرے کا کوئی نیم بیدار سا احساس کلبلایا ہو۔ وہ ایک طرف کینوس کی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کیا تم بوغا کو احمق سمجھتے ہو۔ پیڈرو نے پہلے ہی کی طرح اس کی طرف دیکھے بغیر کہا اور عمران نے ایک طویل سانس لی۔ ساتھ ہی اس کا ہاتھ کوٹ کی جیب میں بھی پہنچ گیا جس میں بھرا ہوا پستول موجود تھا۔ مگر پیڈرو کتنا مطمئن نظر آرہا تھا اس نے ایک بار بھی عمران کی جانب نظر اٹھانے کی زحمت گوارہ نہیں کی تھی۔ یک بیک اس نے بوتل اٹھا کر شراب انڈیلی اور گلاس ہونٹوں سے لگالیا۔ پھر شائد دوسری سانس گلاس خالی کر کے لی تھی۔ چند لمحے رومال سے ہونٹ خشک کرنے میں گذرے.... اس کے بعد اس نے نظر اٹھائے بغیر کہا "بوغا کی توقعات کے خلاف کچھ بھی نہیں ہوا۔ اس کی یہی اسکیم تھی؟"

"کیا میں فی الحال اس بوتل میں کاگ لگا دوں" عمران نے مسکرا کر پوچھا وہ بہت زیادہ ہشاش بشاش نظر آنے لگا تھا۔ انداز کچھ ایسا تھا جیسے وہ اب تک اسی سچویشن کے انتظار میں رہا ہو۔

"کیوں؟" اس بار پیڈرو نے سر اٹھایا۔ اس کی سرخ سرخ آنکھیں اپنے حلقوں سے اگلی پڑ رہی تھیں۔ لیکن ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"میرا خیال ہے کہ کھلی ہوئی بوتل بعض لوگوں کو بغیر پیئے ہی بہکنے پر مجبور کر دیتی ہے۔"

"شراب ہی ٹھہری!" وہ برابر مسکرائے جا رہا تھا۔

"تم نے مجھے کیوں بلایا تھا؟"

"بس یہ بتانے کے لئے کہ تم ہمیں بہت جلد داغِ مفارقت دینے والے ہو.... لینڈ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

"لیکن بوغا کا تذکرہ کیوں نکال بیٹھے تھے؟" عمران نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"تاکہ تمہاری بعض غلط فہمیوں کا ازالہ ہو سکے۔"

"میں نہیں سمجھا!"

"بوغا تمہیں کتنے سکون کے ساتھ اپنے پاس بلوا رہا ہے حالانکہ میں نے سنا ہے کہ تم نے خود اسے دھوکا دینے کی کوشش کی تھی لیکن اب اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر سوچنا کہ خود ہی کس طرح اپنے ہی جال میں پھنس گئے ہو۔"

"میں کہہ رہا ہوں دوست!" عمران مسکرایا "بوتل میں کاگ لگا دو، ورنہ اب تمہیں ڈراؤنے خواب بھی نظر آنے لگیں گے۔"

پیڈرو نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ کچھ دیر تک ہنستا رہا پھر بولا "بوغا جانتا تھا کہ تم یہی سب کچھ کرو گے۔ اسی لئے اس نے تم لوگوں سے چھیڑ چھاڑ کرائی تھی اگر وہ خود نہ چاہتا تو تمہارے فرشتوں کو بھی علم نہ ہو سکتا کہ کب کیا ہو گیا.... بس جاؤ.... ان تینوں کو حوالات سے نکال کر ڈیک پر پہنچ جاؤ.... یہ بہت بُری بات ہے کہ ہمارے خلاصیوں میں سے بھی ایک آدمی کم ہو جائے گا۔"

عمران کا دل چاہا کہ وہ میز پر دونوں ہاتھ ٹیک کر گدھوں کی طرح رینکنا شروع کر دے۔ وہ کتنی دلیری اور کتنے پھرتیلے پن سے بوغا کے جال میں آ پھنسا تھا۔

اس نے چپ چاپ جیب پر سے ہاتھ ہٹا لیا۔ اب بہتری اسی میں نظر آئی کہ وہ تیزی سے اقدامات نہ کرے۔

"بوغا کے آدمی محفوظ ہیں۔" اس نے کسی قسم کی پریشانی ظاہر کئے بغیر کہا۔

"اگر محفوظ نہ بھی ہوں تو کیا فرق پڑے گا۔" پیڈرو نے لاپروائی سے کہا "بوغا ایک ایسا شاطر ہے، جو ضرورت پڑنے پر بے دریغ اپنے مہرے پٹوا دیتا ہے اور اس کی پیشانی پر شکن تک نہیں

آتی۔"

"خیر!" عمران خوش ہو کر بولا "یہ تو بڑی اچھی بات ہے کہ میں بالکل اپنے ہی جیسے ایک آدمی کا مہمان بننے جارہا ہوں۔"

"تم....؟" پیڈرو نے اپنی داہنی ابرو کو جنبش دی "تم اس کے سامنے ایک چیونٹی سے بھی زیادہ حقیر ہو۔ اس کی بیٹی کی حماقتیں تم لوگوں کی رہائی کا باعث بنی تھیں۔ ورنہ بوغا کی جیلوں کے گرد دیواریں نہیں ہوتیں۔"

"میں خود اب تک پچھتا رہا ہوں کہ رابرٹو کی باتوں میں آکر میں کیوں نکل بھاگا تھا۔" عمران نے بڑی سعادت مندی سے کہا "بوغا تو بڑا گڈ آدمی ہے.... مجھے پھر اس کی خدمت کر کے خوشی ہی حاصل ہوگی۔ کیا میں اب اس بوتل میں کاگ لگادوں؟"

"تم پاگل تو نہیں ہو؟" دفعتاً پیڈرو جھلا گیا۔

"کیوں.... کیوں خفا ہوتے ہو پیارے؟"

"کیونکہ مجھے اس بوتل کی تہہ میں تمہاری موت ناچتی دکھائی دیتی ہے۔" عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"کیا بکواس ہے؟" پیڈرو آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

"وہ لڑکی جو تمہاری میز پر کھانا لگاتی ہے.... تمہارے نائب کی بھی منظورِ نظر ہے۔"

"نہیں!" پیڈرو اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ چند لمحے پلکیں جھپکاتا رہا پھر بولا "تمہیں کیسے معلوم ہوا....؟"

"میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"

"اوہ.... وہ ذلیل.... اسے اس کی جرأت کیسے ہوئی! مگر تم کیا جانو کہ وہ میری منظورِ نظر ہے۔"

"جو شخص بوغا سے ٹکرا جانے کا دعویٰ رکھتا ہو اس کی آنکھیں اتنی تیز ہونی چاہئیں دوست۔"

"ہوں!...." پیڈرو غراتا ہوا بیٹھ گیا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا پھر دفعتاً وہ ہنس پڑا.... "وہ.... تم مجھے دھوکا دینے کی کوشش کر رہے ہو.... کیوں؟"

"بھلا اس سے مجھے کیا فائدہ پہنچے گا اگر تم اپنے نائب کو مار ڈالو۔"

"ہاں یہ بات تو ہے۔" وہ پھر کچھ سوچنے لگا۔

"اس لئے اس بوتل میں کاگ لگا رہا ہوں..... کہ تمہارا ہر وقت بہت زیادہ نشے میں رہنا مناسب نہیں ہے!"

بھلا پیڈرو کو کیسے معلوم ہو جاتا کہ کاگ لگنے سے پہلے سرخ رنگ کا ایک کیپسول بھی بوتل میں داخل ہو گیا ہے۔ یہ کیپسول پچھلے ہی دن سے عمران کی جیب میں پڑا ہوا تھا اور وہ منتظر تھا کہ کب پیڈرو سے ایسی حالت میں ملاقات ہوتی ہے جب وہ شراب پی رہا ہو۔

اگر پیڈرو اس وقت اس سے کھل کر گفتگو نہ کرتا۔ تب بھی اس کی اس اسکیم میں کوئی تبدیلی نہ ہوتی۔ کیونکہ وہ اس اسٹیج پر خود کو محض حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دینے سے ہر حال میں گریز کرتا۔ پہلے تو اس کی اسکیم کچھ اور تھی لیکن اب پیڈرو سے گفتگو ہونے پر اس میں فوری طور پر کچھ تبدیلیاں کرنی پڑی تھیں۔

پیڈرو نے بوتل سے پھر کاگ نکال لی اور گلاس میں انڈیلتا ہو بولا۔ "ہونہہ! مجھے اتنا نشہ کب ہوتا ہے کہ میں کسی خارش زدہ گیدڑ کی طرح مارا جا سکوں۔"

"تمہاری مرضی!" عمران نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور بولا "میں چلا"!

"ٹھہرو! کوئی ایسی حماقت نہ کر بیٹھنا کہ تمہیں فوری طور پر مر جانا پڑے۔" پیڈرو بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا "اگر ایسا ہوا تو بوغا کو بڑا دکھ ہوگا کیونکہ وہ سسکا سسکا کر مارنے کا عادی ہے۔"

"پرواہ مت کرو! میری سسکیاں روک اینڈ رول سے کسی طرح کم نہیں ہوتیں.... بوغا کا جی خوش ہو جائے گا۔" عمران نے بھی.... اسی انداز میں آنکھ دبائی اور کیبن سے باہر نکل آیا۔

اب اسے پیڈرو کے نائب مشکن کی تلاش تھی۔ یہ ایک اوسط درجے کا سیدھا سادا آدمی تھا۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جس کی بناء پر لوگوں کی توجہ خصوصیت سے اس کی طرف مبذول ہوتی۔ وہ زیادہ تر خاموش اور الگ تھلگ ہی دیکھا جاتا تھا۔

"ہیلو.... لیفٹیننٹ!" عمران نے اسے متوجہ کیا۔

"ہیلو!"

"یہ پیڈرو کو کیا ہو گیا ہے.... مجھے تو بڑا خوف معلوم ہوتا ہے" عمران نے مسمی سی شکل بنا

کر کہا۔

"کیوں؟"

"صبح سے مجھے اور ہنری کو باری باری سے بلا کر بور کر رہا ہے۔"

"کیوں؟"

"کبھی مجھ سے کہتا ہے کہ تم ڈریلا کو پھانس لو گے.... اور کبھی ہنری سے یہی کہتا ہے.... میں نہیں جانتا کہ ڈریلا کون ہے!"

"ڈریلا.... ہاں وہ اس کی خادمہ ہے.... لیکن وہ تم سے ایسی باتیں کیوں کرتا ہے؟" مشکن نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ابھی ابھی اس نے پھر بلایا تھا مجھے.... اس بار تو وہ تمہارا نام بھی لے رہا تھا.... چیخ چیخ کر تمہیں گالیاں دے رہا تھا.... کہہ رہا تھا کہ اگر تم دونوں نے نہیں پھانسا.... تو پھر.... مشکن ہی اس پر ڈورے ڈال رہا ہو گا۔"

"کیا بیہودگی ہے!" مشکن آہستہ سے بڑبڑایا۔

"خدا جانے!" عمران نے شانوں کو جنبش دی۔ "میں خود بھی نہیں سمجھ سکتا۔ تم تو مجھے بہت اچھے آدمی معلوم ہوتے ہو.... کوئی خاندانی آدمی!.... کیا میں یہ سمجھ لوں کہ پیڈرو آہستہ آہستہ اپنا ذہنی توازن کھو رہا ہے۔ بہت زیادہ پینے والوں کا یہی حشر ہوتا ہے.... میں جانتا ہوں۔"

مشکن کچھ نہ بولا۔ وہ خلا میں گھور رہا تھا۔ پھر اس نے چونک کر کہا۔ "تم اپنے قیدیوں کو سنبھالو.... تمہیں جلد ہی ایک جزیرے میں اترنا ہو گا۔"

"ہم سبھوں کو؟" عمران نے پوچھا۔

"ہاں کیپٹن نے یہی کہا تھا۔"

"اوہ.... تب تو وہ ضرور پاگل ہو گیا ہے۔ جزیرے میں تو صرف قیدیوں کو اترنا تھا۔"

"ہرگز نہیں! بوغا کا پیغام خود میں نے سنا ہے۔"

"تب تو پھر ٹھیک ہی ہو گا۔"

یہ بات تو اسے پیڈرو ہی سے معلوم ہو چکی تھی کہ وہ سب ساتھ ہی کسی جزیرے میں اتارے جائیں گے۔ پھر وہ کیپسول اس کی بوتل میں ڈالنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ تو اس لئے تھا

کہ اسٹیمر پر ان کا قبضہ ہو۔ وہ بھی اس لئے کہ عمران اپنے آدمیوں کا مختلف جگہوں پر اتارا جانا مناسب نہیں سمجھتا تھا اور اب تو اس کا سوال ہی نہیں تھا۔ وہ پہچان لئے گئے تھے۔ عمران نے دارالحکومت ہی میں دھوکا کھایا تھا۔ وہ سمجھا تھا کہ بوغا کے لئے کام کرنے والے اس سے لاعلم ہیں کہ عمران ان کی نگرانی کر رہا ہے۔ لیکن خود اس سے بے خبر تھا کہ بوغا نے دوہرا جال بچھایا ہے۔

بوغا نے تو دراصل اپنے کچھ آدمی اس کے علم میں لا کر دوسروں سے اس کی نگرانی کرائی تھی اور اس طرح عمران اور اس کے ساتھی بڑی خوشی سے گویا موت ہی کے منہ میں کود گئے تھے۔

بہر حال وہ کیپسول جو عمران کی جیب میں پڑا ہوا تھا۔ اس وقت شرارتاً ہی پیڈرو کی بوتل میں داخل ہوا تھا۔ ورنہ مقصد تو حل ہو چکا تھا۔ دوسری صورت میں بھی یقینی طور پر وہ کیپسول کسی نہ کسی طرح پیڈرو کی بوتل میں ضرور داخل ہوتا۔ نتیجے کے طور پر وہ پاگل ہو جاتا تو اس کے نائب کو اسے اس کے کیبن میں مقفل کر کے اسٹیمر کا چارج خود لینا پڑتا....اور پھر ہوتا عمران کا راج!

وہ مشکن کی مشکیں کس لیتا اور پھر صفدر یا چوہان اس کی جگہ لیتے۔ یہ حرکت پیڈرو کے ساتھ بھی ہو سکتی تھی۔ لیکن دشواری یہ تھی کہ ان میں سے کوئی بھی پیڈرو کا رول ادا نہ کر سکتا۔ کیونکہ پیڈرو جسامت کے اعتبار سے ان لوگوں سے بہت مختلف تھا۔ چہرے کا میک اپ آسانی سے ہو جاتا لیکن یہ تو عمران کے فرشتوں کے بھی بس کی بات نہیں تھی کہ وہ اپنے کسی آدمی کو پستہ قد اور کوتاہ گردن بنا سکتا۔ اسی دشواری کی بنا پر اس نے اتنی گھماؤ پھراؤ والی اسکیم بنائی تھی۔

اب اس نے سوچا کہ اس مشکن کے پاس سے کھسک ہی جانا چاہئے کیونکہ ہنگامہ شروع ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔

"اچھا لیفٹیننٹ تو میں قیدیوں کو دیکھوں۔" عمران نے کہا اور وہاں سے کھسک آیا۔

اسے اس کا بھی اندازہ ہو چکا تھا کہ مشکن کو اصل حالات کا علم نہیں ہے وہ اسے فرینڈ و یعنی بوغا ہی کا آدمی سمجھتا ہے۔



صفدر نے عرشے پر شور سنا اور بوکھلا کر کیبن سے باہر آیا۔ خلاصیوں کے مجمع میں اسے پیڈرو دکھائی دیا جو حبشیوں کی طرح اچھل اچھل کر کہہ رہا تھا۔

"مار ڈالوں گا.... زندہ نہیں چھوڑوں گا.... اس کی یہ جرأت کہ.... ڈریلا پر نظر ڈالے۔"

دوسری طرف مشکن بھونچکا کھڑا تھا اور دونوں کے درمیان کچھ مضبوط جسموں والے خلاصی حائل تھے۔ سچ مچ ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے پیڈرو مشکن کو مار ہی ڈالے گا۔

پھر اس نے عمران کو بھی اپنے کیبن سے نکلتے دیکھا اور صفدر تیزی سے اس کے پاس پہنچا۔

پیڈرو چیخ رہا تھا.... "ڈریلا کو لاؤ.... بلاؤ اسے.... اگر وہ بھی.... میں اسے بھی گولی مار دوں گا.... ہٹو تم لوگ سامنے سے.... ورنہ میں ایک ایک کو کھا جاؤں گا۔!"

وہ خلاصیوں پر ہاتھ چلانے لگا اور مشکن نے چیخ کر کہا "یہ پاگل ہو گیا ہے۔ اسے پکڑ لو ورنہ یہ ہمیں برباد کر دے گا۔"

جو خلاصی درمیان میں آگئے تھے اچھی طرح پٹ گئے کیونکہ پیڈرو کسی اَرنے بھینسے کی طرح مضبوط تھا اور اس کے گھونسے یقیناً ایسے ہی رہے ہوں گے جن سے جبڑے ہل جائیں۔

چوٹ کھائے ہوئے سیاہ فام خلاصی بھی برہم ہو گئے اور انہوں نے اسے بے بس کر دینے کی کوشش شروع کر دی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" صفدر نے پلکیں جھپکائیں۔

"عشق ہو رہا ہے!" عمران نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔ "وہ ڈریلا سے محبت کرتا ہے اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ لیکن دشواری یہ ہے کہ ڈریلا کے ابا جان مشکن کو پسند کرتے ہیں! اگر تم اماں جان تک پہنچ سکو تو تمہارا مستقبل بھی محفوظ ہو سکتا ہے۔"

"کہیں یہ جھگڑا ہمارے معاملے کو کھٹائی میں نہ ڈال دے" صفدر بڑبڑایا۔

"نہیں ہمارا معاملہ کھٹائی یا سوندھی مٹی والے معاملے سے بالکل الگ ہے.... خدا کا شکر ہے۔"

صفدر اس جھگڑے کو بڑی توجہ اور دلچسپی سے دیکھ رہا تھا اسے کیا علم کہ بی جمالو کے ابا جان اس کے قریب ہی کھڑی بھس میں پڑی ہوئی چنگاری کے کارناموں سے محظوظ ہو رہے ہیں۔

"مشکن بھی کمزور نہیں ہے۔" عمران نے سر ہلا کر کہا "مگر اس کا ہاضمہ کچھ خراب معلوم ہوتا ہے۔ ارے وہ دیکھو ان لوگوں نے تو پیڈرو کو گرا ہی لیا.... واہ بھئی! تم کہاں ہو ڈریلا ڈیئرنگ.... میں جانتا ہوں کہ تم صرف مجھ سے ہی محبت کر سکتی ہو۔ پیڈرو اور مشکن تو دونوں ہی

چھوٹے بڑے گدھے ہیں۔"

صفدر چونک کر عمران کو گھورنے لگا مگر اس کے چہرے پر حماقت کے علاوہ اور کیا ملتا۔ پھر بھی صفدر کچھ غیر مطمئن سا نظر آنے لگا۔

خلاصی پیڈرو کو اٹھائے ہوئے اس کے کیبن کی طرف لے جا رہے تھے شائد وہ بیہوش ہو گیا تھا۔ لباس تو تار تار ہی تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے انہوں نے کوئی لاش مُردار خور پرندوں کے پنجے سے چھینی ہو۔ مشکن بھی ساتھ تھا۔ اس نے عمران اور صفدر کی طرف ہاتھ ہلا کر کہا۔

"تم لوگ اترنے کے لئے تیار رہو!"

"اوہ!" صفدر نے اطمینان کی سانس لی اور پھر بولا "میں تو سمجھا تھا کہ شاید اب ہمیں سفر جاری ہی رکھنا پڑے گا.... مگر.... یہ کیسے ہو گا.... کیا وہ صرف قیدیوں کو اتاریں گے؟"

"کیا ہم قیدی ہیں؟" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا "تم بس خاموشی سے دیکھتے رہو.... جوزف بھی ہمارے ساتھ ہی اترے گا۔"

تھوڑی دیر بعد صفدر کو کچھ پرندے اڑتے نظر آئے۔ جزیرہ غالباً قریب ہی تھا۔ اس کے ساتھی عرشے پر اکٹھے ہو رہے تھے۔ ان میں قیدی بھی تھے اور اب مشکن کے حکم سے ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں بھی ڈال دی گئی تھیں!



عمران پیڈرو کے کیبن کے قریب کھڑا کاغذ کے ایک ٹکڑے پر پنسل سے گھسیٹ رہا تھا۔

"پیڈرو پیارے! بلکہ میری جان بھی! تمہیں پریشان نہ ہونا چاہئے۔ دو تین دن میں تمہاری ذہنی حالت ٹھیک ہو جائے گی... بوغا کے لئے پیار... اسے اطلاع دے دینا کہ میں ہمیشہ اس سے محبت کرتا رہوں گا۔

عمران"

کاغذ کو تہہ کر کے اس نے دروازے کی جھری سے کیبن میں ڈال دیا اور پھر تیزی سے چلتا ہوا عرشے پر آیا۔ یہاں اس کے ساتھی بھی موجود تھے۔ اسٹیمر رک گیا تھا۔ ایک بڑی کشتی نیچے اتاری جا رہی تھی۔ جزیرہ یہاں سے شائد دو یا تین فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ لیکن وہ کوئی ریگستانی جزیرہ

نہیں معلوم ہوتا تھا اتنی دور سے بھی صرف سرسبز درخت ہی نظر آرہے تھے۔

دفعتاً اسٹیمر نے تین سیٹیاں دیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ جزیرہ والوں کے لئے کسی قسم کا اشارہ رہا ہو۔ کشتی پانی کی سطح پر پہنچ گئی تو رسیوں کی سیڑھی نیچے لٹکادی گئی۔

یک بیک رابرٹو غرایا "ہم کیسے اتریں گے؟ ہمارے ہاتھوں میں تو ہتھکڑیاں ہیں۔"

"تم اس مناسبت سے اپنے ہاتھ پھیلا سکتے ہو کہ رسیاں پکڑ سکو۔" عمران نے آنکھیں نکال کر کہا۔

اور رابرٹو چپ چاپ اترنے لگا۔ اسی طرح لزی بھی اتری مگر شاید وہ خوفزدہ تھی۔

اس کے بعد جوزف بھی سیڑھی کی طرف بڑھا۔

"اے تم کہاں؟" مشکن نے اسے ٹوکا۔ لیکن عمران کی ہدایت کے مطابق جواب تیار تھا۔

جوزف نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں اور بولا "کیوں؟ کیپٹن نے مجھ سے یہی کہا تھا!"

"ہاں ہاں!" عمران نے سر ہلا کر تائید کی۔ "اسے ہمارے ساتھ ہی اترنا ہے۔ پیڈرو نے یہی کہا تھا۔ میرے سامنے کی بات ہے۔"

بات ختم ہو گئی تھی اور جوزف نہایت اطمینان سے نیچے اترتا چلا گیا تھا۔

کشتی ساحل کی طرف روانہ ہو گئی۔ یہ موٹر بوٹ تھی اور اس پر جہاز کے عملہ کے چار مسلح آدمی بھی موجود تھے۔

ساحل تک پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ پانی پر ابھری ہوئی کگاریں پتھریلی تھیں اور کنارے سے اندر کی طرف زمین بتدریج سطح سمندر سے اونچی ہوتی گئی تھی۔ اتنی اونچی کہ شائد دونوں عورتوں کو تو کوہ پیمائی ہی کا مزہ آجاتا۔

وہ سامان سمیت اتار دیئے گئے اور موٹر بوٹ پھر اسٹیمر کی طرف مڑ گئی۔

"جلد بازی کی ضرورت نہیں ہے۔" عمران نے کہا "ہم کچھ دیر یہیں ٹھہریں گے۔"

وہ ایک جانب بیٹھ گئے۔ عمران کے علاوہ شاید ہی کوئی ایسا ہو جس کی پیشانی پر گہرے تفکر کی نشانیاں نہ رہی ہوں!

"مجھے حیرت ہے کہ آخر جوزف کو کیسے ہمارے ہی ساتھ اترنے کی اجازت مل گئی۔" کچھ دیر بعد رابرٹو نے کہا اور عمران سر ہلا کر بولا۔

"ابھی اس کا تذکرہ نہ چھیڑو۔ ورنہ یہیں تڑسے گر وگے اور مارے حیرت کے مر جاؤ گے۔"

انہوں نے دیکھا کہ اسٹیمر حرکت میں آگیا ہے اور پھر تھوڑی دیر بعد اس کا بالائی حصہ بھی نیلے آسمان اور نیلے پانی کے درمیان گم ہو گیا۔

"چلو....اب!" عمران اٹھتا ہوا بولا

"ہماری ہتھکڑیاں تو کھولو!" چوہان جھلا گیا۔

"ذرا کچھ دیر اور ٹھہرو!" عمران نے کہا اور پھر اس نے دو سوٹ کیس اٹھا لئے۔ بقیہ سامان صفدر اور جوزف نے سنبھال لیا۔ جولیا اور لزی بالکل خاموش تھیں۔ ہو سکتا ہے جولیا کو اس دوران میں عمران پر تاؤ بھی آیا ہو لیکن وہ خاموش ہی رہی تھی۔

عمران فی الحال انہیں یہ نہیں بتانا چاہتا تھا کہ وہ خود ہی بوغا کے جال میں پھنس گیا ہے۔ اسی لئے اس نے ابھی ان کی ہتھکڑیاں بھی نہیں کھولی تھیں۔

وہ ان پر یہی ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ وہ بااحسن و خوبی فرینڈو کا پارٹ ادا کر رہا ہے اگر انہیں حقیقت کا علم ہو جاتا تو شاید وہ اس جگہ سے ہل ہی نہ سکتے۔ اور رابرٹو کی دانست میں تو وہ اس کی زندگی کے آخری ہی لمحات ہوتے۔

چڑھائی زیادہ تکلیف دہ نہیں تھی۔ اوپر پہنچ کر انہیں دوسری طرف گھنا جنگل نظر آیا اور یک بیک جوزف بڑبڑایا۔ "ارے میں تو مر ہی گیا باس!"

"کیوں؟" عمران اسے گھورنے لگا۔

"یہ کوئی ویران جزیرہ معلوم ہوتا ہے باس!"

"چلو یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔"

"خاک اچھی بات ہے...." رابرٹو نے غصیلے لہجے میں کہا "اب یہیں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائیں گے۔"

"بکواس مت کرو۔ اگر بوغا ہمیں مارنا ہی چاہتا تھا تو اتنی دور کھینچ بلانے کی کیا ضرورت تھی!"

"وہ ہمیں سسک سسک کر مرتا ہوا دیکھے گا۔" رابرٹو نے کہا۔ وہ اسی جگہ رک گئے تھے۔

یک بیک چوہان نے کہا "مناسب یہی ہو گا کہ ہم پھر نیچے اتر جائیں۔ جنگلوں میں گھسنا بہتر نہ

"ادھر تو میں بالکل ہی مر جاؤں گا۔" جوزف نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیوں؟"

"ادھر کھارے پانی کے علاوہ اور کیا ہے!"

"اور جنگل میں تو تمہارے باوا نے ڈسٹلری کھول رکھی ہے!" عمران نے برا سامنہ بنا کر کہا۔

"وہاں میں کچھ نہ کچھ تلاش ہی کرلوں گا باس!" جوزف گڑگڑایا۔ "میرا نشہ اکھڑ رہا ہے۔"

"ہوں.... اچھا.... "عمران کچھ سوچتا ہوا بولا "کیوں نہ صرف میں جاؤں؟ اور جوزف بھی میرے ساتھ ہوگا.... اچھا! تم لوگ یہیں ٹھہرو.... شاید ہم اُدھر کوئی مناسب جگہ تلاش کر سکیں!"

اس نے دونوں سوٹ کیس زمین پر رکھ دیئے اور انہیں کھول ڈالا۔

ان میں چھوٹی چھوٹی نالوں والی طاقت ور رائفلوں اور کارتوسوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔

اس نے دو رائفلوں کی نالیں کندوں میں فٹ کیں کچھ کارتوس لئے اور جوزف کے ساتھ دوسری طرف جنگل میں اتر گیا۔



پھر اندھیرا پھیلنے لگا اُن دونوں کا کہیں پتہ نہ تھا صفدر کی الجھن بڑھ گئی۔ دوسرے لوگ بھی بور ہی ہو رہے تھے۔ ہتھکڑیوں کی کنجیاں صفدر ہی کے پاس تھیں اس نے رابرٹو، لزی اور چوہان کو آزاد کر دیا۔

بقیہ تینوں رائفلیں بھی درست کر لیں۔

رابرٹو کھوپڑی سے باہر ہو رہا تھا۔ اس نے صفدر سے کہا "آخر تم لوگوں کی ایسے دیوانے آدمی سے کیسے نبھتی ہے؟"

"تم اپنے کام سے کام رکھو!" صفدر جھنجھلا گیا۔

"جہنم میں کھینچ لایا ہے!" رابرٹو بڑبڑایا۔

"کیوں آئے تھے.... انکار کر دیا ہوتا.... وہ تمہیں مجبور نہ کرتا۔"

"بس حماقت ہوگئی.... بس شاید اسی طرح موت آنی ہے، ورنہ اوّل تو بوغا کے قیدی کو

رہائی ہی نصیب نہیں ہوتی اور اگر کوئی نکل بھی گیا تو پھر وہ بوغا کی طرف رخ کرے گا.... توبہ کرو.... مجھے تو اس بے چاری پر رحم آتا ہے۔ وہ جولیا کی طرف دیکھ کر خاموش ہو گیا۔

"اپنی بیچاری پر نظر رکھو تو بہتر ہے۔" جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یہ تو زبردستی آئی ہے.... بوغا ہی کی لڑکی ٹھہری!" رابرٹو کے لہجے میں فرق تھا۔

"مگر اس کے ہاتھ تو ایسے نہیں معلوم ہوتے کہ رائفل ہی سنبھال سکیں۔" جولیا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

پھر قریب تھا کہ لزی اور جولیا میں جھپٹ ہو جاتی۔ صفدر نے بیچ بچاؤ کر دیا۔

"کیا تم سب پاگل ہو گئے ہو۔" یہ تو دیکھو کہ ہم کن حالات سے دو چار ہیں۔ عمران اور جوزف بھی ابھی واپس نہیں آئے۔"

"میں تو یہاں بیکار نہیں بیٹھ سکتی۔" جولیا نے کہا "پتہ نہیں ان دونوں پر کیا گزری۔"

وہ سچ مچ پریشان نظر آ رہی تھی۔

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ ہمیں دیکھنا چاہئے۔" صفدر بولا۔

چوہان نے کہا "تم جاؤ.... میں ان لوگوں کو یہاں دیکھوں گا۔ یا میں جا رہا ہوں تم یہاں ٹھہرو۔"

"اوہ! کیا میں خود اپنی حفاظت نہیں کر سکتا۔" رابرٹو کو تاؤ آ گیا۔

"تم بہت تیز مزاج ہو دوست!" چوہان نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "دھوکا کھاؤ گے.... یہیں ٹھہرو.... تاوقتیکہ ہم کوئی ٹھکانہ نہ تلاش کر لیں۔"

"میں بھی جاؤں گی صفدر کیساتھ!" جولیا اٹھ گئی۔

رابرٹو نے برا سا منہ بنا کر کہا "جو دل چاہے کرو۔ میری راہ اب الگ ہے.... میں بھی کس دیوانگی کا شکار ہوں.... ایک متلون مزاج اور غیر سنجیدہ آدمی کی قیادت پر بھروسہ کر لیا.... تم سب جاؤ.... میں اور لزی ہر حال میں یہیں ٹھہریں گے۔"

"چوہان! تم یہیں ٹھہرو!" صفدر کا لہجہ ناخوشگوار تھا۔ "رابرٹو اب ہمارا قیدی ہے۔"

"کیا کہا....؟" رابرٹو غرایا۔

خفا ہونے کی ضرورت نہیں دوست!" چوہان اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر نرم لہجے میں

بولا۔ "ہم عمران کے چارج میں دیئے گئے ہیں.... اور یہ عمران کا حکم ہے کہ ہم زندگی کے آخری لمحات تک تم دونوں کی حفاظت کریں۔"

رابرٹو کچھ نہ بولا۔

صفدر نشیب میں اترنے لگا۔ جولیا کو ان دونوں ہی نے روکا تھا۔ لیکن وہ نہ مانی!

صفدر کے ہاتھ میں ٹارچ تھی۔

"تم نے بُرا کیا۔ تمہیں وہیں ٹھہرنا چاہئے تھا۔" صفدر نے کہا۔

لیکن وہ اس کے جملے پر دھیان دیئے بغیر از خود رفتگی کے عالم میں بولی "وہ سچ مچ دیوانہ ہی ہے کہیں کسی مصیبت میں نہ پڑ گیا ہو۔"

صفدر کچھ نہ بولا۔ اسے جولیا کے احساسات کا اندازہ تھا وہ جانتا تھا کہ وہ عمران کے لئے کیا کچھ نہیں کر سکتی۔

وہ چلتے چلتے رک گیا۔ الجھن کی بات ہی تھی۔ آخر جاتا کس طرف۔ یہ بھی تو نہیں معلوم تھا کہ جزیرے کا پھیلاؤ کتنا ہے۔ پورا جزیرہ جنگلات ہی پر مشتمل ہے یا یہاں کوئی بستی بھی ہے.... پتہ نہیں وہ دونوں کدھر گئے ہوں۔

دفعتاً اسے اسٹیمر کی تین سیٹیاں یاد آئیں جن کا انداز اشاراتی تھا۔ اگر وہ کسی قسم کا اشارہ ہی تھا تو کس کے لئے.... ظاہر ہے کہ جس کے لئے بھی وہ اشارہ تھا۔ اس کی رہائش آس پاس ہی کہیں ہوگی۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" جولیا نے اسے ٹوکا۔

"سوال یہ ہے کہ جائیں کس طرف؟" صفدر نے کہا۔

"سنو! کیا تم واقعی عمران کو احمق سمجھتے ہو؟"

"کیوں؟"

"وہ جدھر سے بھی گیا ہوگا راہ میں کسی نہ کسی قسم کے نشانات ضرور چھوڑے ہوں گے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔ مگر نشانات کی تلاش ہی کہاں سے شروع کی جائے!"

جولیا کچھ نہ بولی۔ جنگل جھینگروں کی جھائیں جھائیں سے گونج رہا تھا۔ کبھی کبھی بندروں کی بھی سنائی دیتیں۔ جولیا کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔

صفدر کے قول کے مطابق نشانات کی تلاش بھی مشکل ہی تھی۔ پتہ نہیں وہ کہاں سے کس سمت گیا ہو۔

پھر بھی صفدر نے اس کی تجویز کے مطابق کام شروع کر دیا تھا یعنی ٹارچ کر روشنی میں آس پاس ایسے نشانات تلاش کر رہا تھا جو عمران تک رہنمائی کر سکیں۔

دفعتاً اس کے حلق سے عجیب قسم کی آواز نکلی اور جولیا اس کی طرف جھپٹی "کیا بات ہے؟"

ٹارچ کی روشنی میں اسے خون کا ایک بڑا سا دھبہ نظر آیا.... گو خشک تھا لیکن رنگت بتا رہی تھی کہ زیادہ دیر کا نہیں ہے۔ اسی کے قریب سے ایک بے ترتیب سی لکیر بھی گذر رہی تھی۔ یہ بھی خون ہی کی لکیر تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی زخمی آدمی یا جانور گھسٹتا ہوا ادھر سے گذرا ہو۔

"اب کیا ہو گا؟" جولیا نے بدحواسی سے کہا۔

"کیوں؟ اوہ.... میں اتنا قنوطی نہیں ہوں؟ آؤ دیکھیں۔"

وہ خون کی شکستہ اور بے ترتیب لکیر کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ جس کا سلسلہ ایک غار کے دہانے پر ختم ہو گیا تھا۔

"اوہ! کہیں وہ کوئی درندہ نہ ہو۔" جولیا نے کانپتی ہوئی سی آواز میں کہا۔

صفدر نے کچھ کہے بغیر غار میں ٹارچ کی روشنی ڈالی اور دوسرے ہی لمحے میں جولیا اس پر لد پڑی۔ روشنی کا دائرہ ایک اوندھے پڑے ہوئے آدمی پر کانپ رہا تھا۔

لیکن اتنے فاصلے سے اندازہ کرنا مشکل ہی تھا کہ وہ زندہ ہے یا مردہ!

"نہیں.... ٹھہرو!" جولیا اس کا شانہ مضبوطی سے پکڑتی ہوئی بولی "اندر مت جاؤ.... نہ یہ عمران ہو سکتا ہے اور نہ جوزف!"

اس نے جھک کر بائیں ہاتھ سے ایک بڑا سا پتھر اٹھایا اور غار میں پھینک دیا۔ اس کے گرنے کی آواز غار کی محدود فضا میں گونج کر رہ گئی لیکن زمین پر پڑے ہوئے آدمی نے جنبش تک نہ کی۔

صفدر غار میں اتر رہا تھا۔



عمران کے کہنے کے مطابق چوہان نے اپنا دوسرا میک اپ ختم کر دیا تھا لیکن مصلحت اس کی

سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ آتی بھی کیسے جبکہ عمران نے پیڈررو والی کہانی انہیں نہیں سنائی تھی۔ یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ خود ہی دھوکا کھا گئے ہیں۔ بوغا کے آدمی تو حقیقتاً جاگتے رہے تھے اس لئے اب ان ڈھکوسلوں کی ضرورت کب باقی رہی تھی۔

اور شاید اس نے اپنی دانست میں یہ اچھا ہی کیا تھا کہ انہیں اس کی ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی ورنہ شاید رابرٹو تو کھوپڑی سے باہر ہو کر اس پر فائر کرنے سے بھی گریز نہ کرتا۔

صفدر اور جولیا کی روانگی کو بھی آدھا گھنٹہ گذر گیا تھا اور رات ان کے سروں پر کسی خبیث روح کی طرح مسلط ہوتی جارہی تھی۔ یک بیک انہوں نے قدموں کی آہٹیں سنیں اور چونک کر کھڑے ہو گئے۔ آوازیں بائیں جانب والے نشیب سے آرہی تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے پانچ یا چھ آدمی ان کے قریب پہنچ گئے لیکن اندھیرا ہونے کی وجہ سے اندازہ کرنا مشکل تھا کہ کس قسم کے لوگ ہو سکتے ہیں۔ دونوں نے اپنی رائفلیں سنبھال لیں۔

"فرنینڈو!" ان میں سے کسی نے آواز دی۔

"رابرٹو..... جلدی مت کرنا۔" چوہان نے آہستہ سے کہا "رائفل کی نال جھکالو!" اور پھر بلند آواز میں بولا "فرنینڈو یہاں نہیں ہے!"

"کہاں ہے؟ آواز آئی۔

"بہت دیر ہوئی..... وہ، مونا اور ہنری جنگل میں گئے تھے۔ ابھی تک واپس نہیں آئے۔" چوہان نے جواب دیا۔

"تم کون ہو؟"

"قیدی!"

"تم اپنی رائفلیں زمین پر ڈال دو۔" تحکمانہ لہجے میں کہا گیا۔

"رابرٹو! رائفل گرادو!" چوہان نے کہا۔

وہ تاروں بھرے آسمان کے پیش منظر میں چھ رائفلوں کی نالیں دیکھ رہا تھا اور یہ بھی سمجھتا تھا کہ ان میں سے بیک وقت چھ گولیاں نکلیں گی اس لئے ان کی دو گولیاں کس شمار و قطار میں ہوتیں۔

وہ آنے والوں کی نسبت نشیب میں تھے۔ اس لئے فوری طور پر ان کی نظروں سے اوجھل ہو جانے کے بھی امکانات نہیں تھے۔

:

رابرٹو نے غصیلی آوازیں نکالتے ہوئے رائفل زمین پر ڈال دی۔

جلد ہی وہ تینوں چھ رائفلوں کے نرغے میں آگئے۔ تب ان میں سے ایک نے ٹارچ روشن کی۔

"اوہ.... یہ کون ہے؟" ایک نے چوہان کے سینے پر رائفل رکھ کر کہا۔

اور چوہان کو یاد آگیا کہ وہ اس وقت اپنی اصلی شکل میں ہے۔ مگر آخر اس کی کیا ضرورت تھی جب کہ صفدر اور جولیا بھی ابھی تک ہنری اور موناہی کے میک اپ میں تھے۔

"تم کون ہو؟" ایک نے گرج کر پوچھا۔

"مم.... میں عمران ہوں...." چوہان ہکلایا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کیا کہنا چاہئے۔

"دیکھو! کیا یہ میک اپ میں ہے؟" کسی نے کہا اور ٹارچ والا چوہان کے قریب پہنچ گیا اور اس کے گال پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔

"ہرگز نہیں.... یہ عمران ہرگز نہیں ہے.... میک اپ میں نہیں ہے.... کون ہو تم؟"

"عمران کہاں گیا؟" دوسرے نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا۔" چوہان غرایا۔ وہ کسی بھی قسم کی کمزوری نہیں ظاہر کرنا چاہتا تھا۔

"اوہ! انہیں لے چلو.... کچھ فراڈ معلوم ہوتا ہے۔" کسی نے کہا۔ اور انہیں رائفل کی نالوں سے ایک جانب دھکیلا جانے لگا۔

"ارے یہاں ہمارا سامان بھی موجود ہے۔" چوہان نے کہا

"چلتے رہو!" کوئی غرایا۔

تقریباً آدھ گھنٹہ چلتے رہنے کے بعد وہ پھر ساحل ہی کی جانب والی ڈھلان پر اترنے لگے اور انہیں معلوم ہوا کہ شاید انہیں پھر بحری ہی سفر کرنا پڑے ایک بہت بڑی موٹر لانچ ان کی منتظر تھی۔

لیکن کچھ دور چل کر انہیں معلوم ہو گیا کہ وہ اسی جزیرے کی کسی خلیج میں سفر کر رہے ہیں۔ وہ سب خاموش تھے۔ قیدیوں کو اب بھی موقع نہیں ملا تھا کہ وہ ان لوگوں کی شکلیں دیکھ سکتے۔ نکہ لانچ میں بھی اندھیرا ہی تھا۔



صفدر نے بیہوش آدمی کو سیدھا کیا۔ وہ خاصا صحت مند آدمی معلوم ہو رہا تھا۔ عمر تیس اور چالیس کے درمیان رہی ہوگی۔ لباس جہازیوں کا سا تھا۔ بازوؤں پر گدّ نے گدے ہوئے تھے لیکن اس کی قومیت کا اندازہ لگانا مشکل ہی تھا۔

اس کے سر میں چوٹ آئی تھی۔ کم از کم آدھ انچ گہرا زخم ضرور رہا ہوگا جسم کے بقیہ حصے قطعی بے داغ تھے۔

صفدر اسے ہوش میں لانے کی تدبیریں کرنے لگا۔

جولیا پھر الجھن میں مبتلا ہو گئی تھی۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس زخمی کو ہوش میں لانے پر وقت صرف کیا جائے یا عمران کی تلاش جاری رکھی جائے۔

صفدر تو وہاں سے ہلتا ہوا ہی نہیں دکھائی دیتا تھا لیکن اس وقت تنہا تو جولیا کے فرشتے بھی جنگل میں نہیں داخل ہو سکتے تھے۔

کچھ دیر بعد بیہوش آدمی کو ہوش آگیا۔ اس دوران میں صفدر نے ایک موم بتی روشن کر دی تھی۔ پتہ نہیں کب سے یہ ایک ٹکڑا اس کی جیب میں پڑا ہوا تھا۔

ہوش میں آنے والا کراہ کراٹھ بیٹھا۔ لیکن وہ صفدر کو برابر گھورے جا رہا تھا۔

"اگر میں غلطی نہیں کر رہا تو تم دو سو تیرہ ہی ہو سکتے ہو!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"دو سو تیرہ.... " صفدر نے حیرت سے دہرایا پھر جلدی سے پوچھا "اوہ.... پہلے یہ بتاؤ تمہیں کیا ہوا تھا؟"

"شاید تم ہنری ہی ہو!" اس آدمی نے صفدر کے سوال کا جواب دیئے بغیر کہا "اور یہ مونا ہے.... فرینڈو کی بیوی!"

"تمہارا خیال غلط نہیں ہے۔" صفدر بولا۔

"کیا وقت ہوا ہوگا؟" اس نے کراہ کراٹھتے ہوئے پوچھا۔

"ساڑھے سات!"

"مگر فرینڈو کہاں ہے؟ "اس نے پوچھا۔

"میں تمہاری چوٹ کے متعلق پوچھ رہا تھا۔" صفدر نے اسے یاد دلایا۔

"ہاں.... آں.... اس نے اپنا سر ٹٹول کر سسکی سی لی۔ چند لمحے خاموش رہا پھر بولا" کسی نے بے خبری میں حملہ کر کے سر پر سخت قسم کی ضرب لگائی تھی.... میں غافل ہو گیا.... اوہ.... یہ تو کوئی غار ہے.... اوہو.... تو اس نے.... مجھے.... یہاں لا پھینکنے کی بھی زحمت گوارہ کر لی تھی۔"

"وہ کون تھا؟" صفدر نے پلکیں جھپکائیں اور بولا "کتنی دیر ہو گئی۔ تم ادھر کیوں آئے تھے؟"

"قیدیوں کی نگرانی کے لئے۔" جواب ملا۔

"وہ سب.... ساحل پر موجود ہیں۔" صفدر نے کہا "فرینڈو ہمیں ساحل پر چھوڑ کر ادھر آیا تھا۔ جب بہت دیر ہو گئی اور وہ نہیں آیا تو ہم دونوں ادھر نکل آئے تھے۔"

"تمہارے یا اس کے ادھر نکل آنے کی کیا ضرورت تھی؟"

اس سوال پر صفدر چکرا گیا۔ جواب نہ بن پڑا۔ ہو سکتا ہے کہ ادھر آ کر انہوں نے غلطی ہی کی ہو.... ایسی غلطی جس کا کسی واقف کار سے امکان ہی نہ ہو۔

جواب سوچنے کی مہلت حاصل کرنے کے لئے اس نے کھانسنا شروع کر دیا۔ جواب تیار تھا۔ اس نے کھانسیوں پر قابو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "یہی تو میں بھی دیکھنا چاہتا تھا کہ آخر ادھر آنے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے؟"

"خیر!" اس آدمی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "ساحل پر چلو۔ لیکن ٹارچ بجھا دینا!"

"اوہ.... پہلے بتاؤ دوست! یہ حملہ آور کون ہو سکتا ہے؟" صفدر نے مضطربانہ انداز میں پوچھا "کیا یہاں بھی کسی میں اتنی ہمت ہو سکتی ہے؟"

"کیوں نہیں! اس کا انحصار حالات پر ہے۔ مگر تم نے شاید پہلی بار اس جزیرے میں قدم رکھا ہے۔" وہ مسکرایا "مثال کے طور پر میں تمہارا میزبان ہوں.... لیکن یہ تمہاری غلطی ہی ہے کہ اتنی خوبصورت عورت ساتھ لیے پھر رہے ہو.... اب اگر میرا ہاتھ تم پر اٹھ جائے تو اس عورت کی ساری ذمہ داریاں قدرتی طور پر مجھ پر ہی آ پڑیں گی.... کیوں؟.... کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

وہ ہنسنے لگا اور جولیا کو اس کی ہنسی بڑی بھیانک معلوم ہوئی۔ وہ غار سے نکل آئے تھے لیکن

زخمی نے ہدایت کر دی تھی کہ ٹارچ نہ روشن کی جائے اور اس طرح راستہ طے کیا جائے کہ قدموں کی آواز نہ پھیلے۔

وہ پھر اسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے روانہ ہوئے تھے۔

لیکن یہاں تو چاروں طرف سناٹا تھا۔ صفدر نے اپنے ساتھیوں کو آوازیں دیں لیکن جواب ندارد...... آخر ٹارچ روشن کرنی پڑی...... سامان جوں کا توں موجود تھا لیکن چوہان، لزی اور رابرٹو غائب تھے کچھ فاصلے پر دونوں رائفلیں بھی پڑی ہوئی ملیں۔

"یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔" زخمی آدمی نے کہا۔

"خدا جانے کیا ہوا ہے۔" صفدر بڑبڑایا۔

"ہو سکتا ہے.... انہیں یہاں سے لے جایا گیا ہو۔" زخمی نے لاپروائی سے کہا۔ "خیر.... اب تم میرے ساتھ چلو.... سامان کی فکر نہ کرو.... اٹھوا لیں گے.... یہاں کون اسے ہاتھ لگائے گا۔"

ایک بار پھر انہیں جنگل کی طرف واپس آنا پڑا۔ لیکن راستہ دشوار گذار نہیں تھا۔ یہاں بھی زخمی آدمی نے ٹارچ نہیں روشن کرنے دی۔ اس نے اپنے جوتے بھی اتار دیئے تھے اور ان کے بھی اتروا دیئے تھے۔

"بس تم میرا کوٹ پکڑ لو.... اور مونا تمہارا کوٹ پکڑ لیں گی۔" اس نے کہا۔ "اور ناک کی سیدھ میں چلے آؤ.... ڈرو نہیں یہاں گھنی جھاڑیاں ہیں۔

"تمہاری چوٹ دُکھ رہی ہو گی؟" صفدر نے کہا۔

"نہیں کوئی ایسی خاص تو نہیں!" زخمی نے جواب دیا۔

"ہمیں کتنی دور چلنا ہو گا؟" جولیا بڑبڑائی۔

"بس...... مادام...... تھوڑی دور......" زخمی نے کہا اور بے ڈھنگے پن سے ہنسنے لگا۔

یہ بے تکی سی ہنسی جولیا کے ذہن کے کسی ایسے گوشے سے ٹکرائی تھی۔ جہاں شاید کوئی انجانا سا خوف سو رہا تھا.... اس کے سارے جسم میں ہلکی سی کپکپی دوڑ گئی۔ کچھ دور چلنے کے بعد راستہ تنگ ہونے لگا۔ حتیٰ کہ جھاڑیاں ان کے جسموں سے مس ہونے لگیں۔

"اپنی ٹارچ مجھے دو!" دفعتاً زخمی نے مڑ کر صفدر سے کہا۔

اور صفدر نے ٹارچ چپ چاپ اس کے حوالے کر دی۔

اگر اسے اپنی صحیح پوزیشن کا علم ہوتا تو وہ اس زخمی کو کبھی کا موت کے گھاٹ اتار چکا ہوتا۔ وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ جولیا اور عمران تو ہر حال میں محفوظ رہیں گے۔

"اب ذرا سنبھل کر..... "زخمی نے کہا"ہم ایک نالے میں اتریں گے۔"اس نے نیچے روشنی ڈالی۔ ایک گہری سی دراڑ پیروں کے قریب نظر آئی جس سے یہ پتلا سا راستہ بتدریج ڈھلان اختیار کرتا ہوا گذرا تھا۔ وہ احتیاط سے نیچے اترنے لگے۔ لیکن ٹھیک اسی وقت ایک عجیب قسم کی آواز سے فضائیں گونج اٹھیں۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے یہ کسی بہت بڑے سانپ کی پھپھکار رہی ہو۔ اتنے بڑے سانپ کی پھپھکار جو چشم تصور کے لئے بھی محال ہو۔

"یہ کیا ہے.... یہ کیا ہے؟"جولیا سہمی ہوئی آواز میں بولی۔

"چلتی رہو.... مادام.... اسے لوگ جزیرے کی روح کہتے ہیں یہ آواز بعض اوقات پورے جزیرے پر مسلط ہو جاتی ہے اور مقامی لوگ اپنے گھروں سے باہر نکلنے کی ہمت نہیں کر سکتے۔ مگر ہمارے لئے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ ہم کر تھیئن ہیں۔"

"اوہ.... تو اس سے کیا؟"جولیا نے کہا۔

"ہمیں یہ روح کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی.... اس کا قہر تو صرف مقامی باشندے پر نازل ہوتا ہے۔"

وہ خاموشی سے چلتے رہے اور ایک بار پھر انہیں چڑھائی پر چلنا پڑا۔ جولیا بُری طرح تھک گئی تھی لہذا یہ چڑھائی اس کے بس کا روگ نہیں رہ گئی تھی پھر بھی وہ چلتی ہی رہی۔

"اب بستی دور نہیں ہے۔"زخمی نے کہا۔

"ہمیں تو ناحق ہی یہاں بھیجا گیا ہے۔"صفدر نے کہا"ہم اپنا کام کر چکے تھے ہمیں اپنی جگہ ہی پر واپس جانا چاہئے تھا۔"

"کیا کہا دوست.... ناحق؟"زخمی رک کر اس کی طرف مڑا۔ اس کا لہجہ اچھا نہیں تھا۔

صفدر ہنس پڑا۔ اور بولا"ارے یہ تمہیں کیا ہو گیا.... اس میں خفا ہونے کی کیا بات ہے!"

"کیا تم نہیں جانتے کہ یہ بوغا کا حکم ہے.... اور اسے ناحق نہیں کہا جا سکتا۔"زخمی غرایا۔

"اوہ!"صفدر کے لہجے میں بھی سختی تھی۔"تم نے صرف بوغا کا نام سنا ہو گا میں اسے قریب

سے دیکھ چکا ہوں۔"

"اور اس کے باوجود بھی تم گدھے پن کی باتیں کر رہے ہو دوست!" زخمی کے لہجے میں طنز تھا۔

پُر اسرار آواز پھر سنائی دی۔

اس بار کچھ طویل ہو گئی تھی اور سچ مچ ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے زمین سے آسمان تک بس یہی ایک آواز رہی ہو۔

"خاموشی سے چلو!" جولیا نے ڈری ڈری سے آواز میں کہا "تم لوگوں نے بحث کیوں شروع کر دی!"

زخمی پھر ہنسا۔ اور اس بار بھی جولیا کو اس کی ہنسی ڈراؤنی ہی معلوم ہوئی۔ وہ ایسی جگہ پہنچ چکے تھے جہاں سے بستی کے چراغ صاف نظر آ رہے تھے!



عمران اور جوزف سورج غروب ہونے سے پہلے ہی جنگل میں داخل ہو گئے تھے لیکن کسی خاص راستے پر نہیں چل رہے تھے۔ جدھر بھی منہ اٹھ جاتا چلنے لگتے۔

دفعتاً جوزف رک گیا۔ رائفل اسی کے ہاتھوں میں تھی۔

"باس!" اس نے آہستہ سے کہا "ہمیں کوئی دیکھ رہا ہے۔"

خود عمران نے بھی محسوس کیا تھا جیسے ان کی نگرانی کی جا رہی ہو لیکن اتنے گھنے جنگل میں کسی کو ڈھونڈ نکالنا آسان کام نہیں تھا۔ پھر یہی تدبیر سوجھی کہ انہیں دوبارہ اسی طرف لوٹنا چاہئے جہاں سے وہ جنگل میں داخل ہوئے تھے ان اطراف میں کسی تعاقب کرنے والے کو بہ آسانی پکڑا جا سکتا تھا۔

ابھی تک تو یہ محض شبہ ہی تھا کہ ان کا تعاقب کیا جا رہا ہے کیونکہ عمران کی دانست میں وہ کوئی ویران جزیرہ تھا جہاں سزا کے طور پر انہیں لا پھینکا گیا تھا۔ اور رابرٹو کا بھی یہی خیال تھا لہٰذا اب اسی طرح اس بات کی تصدیق کی جا سکتی تھی کہ وہ اپنے علاوہ بھی یہاں کسی آدمی کو ڈھونڈ نکالتے۔

وہ پھر ساحل کی طرف چل پڑے۔ جیسے ہی جنگل کا گھنا پن کچھ کم ہوا عمران بہت زیادہ محتاط

ہو گیا۔ جوزف اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔

یک بیک عمران نے کھر کھراہٹ سنی اور پھر ایسی آواز آئی جیسے کوئی قریب ہی جھاڑی میں گرا ہو، جب تک عمران اس طرف متوجہ ہوتا جوزف چھلانگ مار کر جھاڑی کے قریب پہنچ چکا تھا۔ چشم زون میں رائفل کا کندہ بلند ہوا اور جھاڑیوں کو چیرتا ہوا کسی چیز سے ٹکرایا۔

پھر کسی کی کراہ سنی گئی۔

"ارے.... او گدھے.... یہ کیا کیا...." عمران جوزف کو جھنجھوڑ کر بولا۔ جو تعاقب کرنے والے کا سر پھاڑ چکا تھا۔ شاید اس نامعلوم آدمی کی شامت ہی آ گئی تھی۔ نہ وہ بے خبری میں کسی چیز سے ٹھوکر کھا کر گرتا اور نہ جوزف رائفل کے کندے سے اس کا سر پھاڑ دیتا۔

اب وہ زمین پر بے حس و حرکت پڑا تھا۔

"ابے.... اب یہ کئی گھنٹے کے لئے سویا" عمران اس کے سر کے زخم کا جائزہ لے کر بولا تھا۔ "سب چوپٹ کر دیا تم نے کالے شتر مرغ.... ہو سکتا ہے کہ یہ کچھ دیر بعد مر ہی جائے!"

بیہوش آدمی سے بہت کچھ معلوم ہو سکتا تھا لیکن جوزف کی جلد بازی نے کھیل بگاڑ دیا۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا کہ اسے وہیں پڑا رہنے دیا جاتا.... یا کہیں اور لے جا کر چھپا دیا جاتا۔

یہ بات تو دس منٹ کے اندر ہی اندر پایہ ثبوت تک پہنچ گئی تھی کہ وہ تنہا ہی تھا ورنہ ایسے موقع پر اس کے ساتھی اس کی مدد ضرور کرتے۔

بالآخر انہوں نے اسے ایک قریبی غار میں ڈال دیا۔ عمران کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ وہیں رک کر اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرتا۔

وہ ایک بار پھر جنگل میں گھس پڑے لیکن عمران کی سمجھ میں ابھی تک نہیں آیا تھا کہ جوزف ان جنگلوں میں کیا تلاش کرتا پھر رہا ہے۔ اس کا انداز بالکل ایسا ہی تھا جیسے اسے کسی خاص چیز کی تلاش ہو۔ بعض اوقات وہ چلتے چلتے رک کر جھکتا اور گھاس پھوس کے جھکڑوں میں کچھ تلاش کرنے لگتا۔

آخر کار عمران پوچھ ہی بیٹھا۔

"او باس!" جوزف نے ٹھنڈی سانس لے کر جواب دیا۔ "مجھے شیلالی کی تلاش ہے!"

"یہ کیا بلا ہے؟"

"گھاس ہوتی ہے.... خواہ پیس کر پیو خواہ یونہی چباؤ! طبیعت خوش رہتی ہے.... دوسرے تو ڈھیر بھی ہو سکتے ہیں مگر میں صرف مگن رہوں گا۔ اور تمہیں بھی نہ سوچنا پڑے گا کہ اس خبیث جوزف کے لئے یہاں اس ویرانے میں بوتلیں کہاں سے مہیا کی جائیں!"

"ابے او جوزف کے بچے کیا تجھے یقین ہے کہ تو یہاں سے زندہ بچ کر جا سکے گا؟"

"اسی لئے تو مجھے شیپلالی کی تلاش ہے باس۔ بھلا اکھڑے ہوئے نشے کی حالت میں مرنے سے کیا فائدہ....!"

"بکواس بند کرو، ورنہ تمہارے حلق سے رائفل کی نال اتار دوں گا۔"

جوزف خاموش ہو گیا لیکن شیپلالی کی تلاش جاری رہی۔

پھر سورج غروب ہونے لگا اور جوزف نے کہا "باس اندھیرا ابھی پھیلنے والا ہے اور میری جیب میں صرف آدھی بوتل ہے لیکن مجھے یقین نہیں ہے کہ زندگی کے آخری لمحات کے لئے اس میں سے کچھ بچا سکوں۔ خدا غارت کرے اس بوغا کو!"

عمران گو بہت دیر پہلے ہی ساحل کی طرف واپسی کے لئے مڑ گیا تھا لیکن شاید اسے راستے کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ پھر پوری طرح اندھیرا پھیل گیا لیکن وہ ساحل تک نہ پہنچ سکے۔ غنیمت یہی تھی کہ عمران کی جیب میں ٹارچ موجود تھی ورنہ اندھیرے میں درختوں کے تنوں سے ٹکراتے پھرتے جھاڑیوں سے الجھ الجھ کر گرتے۔

اس وقت بھی جوزف بار بار اس کے ہاتھ سے ٹارچ لے کر کسی نہ کسی جھاڑی پر جھک پڑتا۔ لیکن ابھی تک تو شیپلالی کے درشن ہوئے نہیں تھے۔ عمران بھی خاموش ہی تھا۔ اس کے لئے یہی کیا کم تھا کہ جوزف دشواریوں، مشکلات اور بدنصیبی کے تذکرے نکال کر اسے بور نہیں کرتا۔

یک بیک اس نے قدموں کی آہٹ سنی اور ٹارچ بجھا کر رک گیا جوزف نے بھی کسی شکاری کتے ہی کی طرح کان کھڑے کئے تھے۔

آوازیں گو دور کی تھیں لیکن انہیں ٹارچ کی روشنی نظر ہی آ گئی اور وہ دبے پاؤں اس کی طرف بڑھنے لگے اور پھر کچھ دیر بعد انہیں تین آدمی نظر آئے۔ یہ جولیا، صفدر اور وہی نامعلوم آدمی تھا جسے جوزف نے زخمی کیا تھا اور وہ اسے غار میں چھوڑ آئے تھے پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایسا

معلوم ہوا جیسے وہ زمین میں سما گئے ہوں۔

"ارے باپ رے.... "جوزف بڑبڑایا۔

اور پھر ایک پر اسرار آواز نے انہیں چونکنے پر مجبور کر دیا۔ سانپ کی سی پھپکار.... لیکن اتنی تیز کہ سارا جنگل گونج کر رہ گیا تھا کچھ دیر پہلے بھی انہوں نے ایسی ہی آواز سنی تھی مگر وہ بہت ہلکی تھی اور وہ اسے کسی بڑے سانپ کی پھپکار سمجھے تھے اور چوکنے ہو گئے تھے۔

جوزف بوکھلاہٹ میں کبھی انگلیوں سے کراس بناتا اور کبھی کلائیوں سے سینے پر۔ عمران کھڑا سر کھجا رہا تھا اور اس کی آنکھیں تیزی سے گردش کر رہی تھیں۔

پھر وہ آہستگی سے آگے بڑھ کر اس جگہ پہنچا جہاں وہ لوگ زمین میں سماتے ہوئے سے معلوم ہوئے تھے۔ اسے سانپ کی پھپھکار کی پرواہ کئے بغیر ہی زمین پر لیٹ جانا پڑا۔ کیونکہ کھڑے رہنے میں دیکھ لئے جانے کا خدشہ تھا۔

وہ ایک پتلی سی دراڑ کے سرے پر تھے جس سے ایک راستہ نشیب میں اترتا چلا گیا تھا اور ان لوگوں کی دھندلی پرچھائیاں نظر آ رہی تھیں! کچھ دیر بعد وہ پھر سامنے والی چڑھائی پر نظر آئے اور پھر نظروں سے اوجھل بھی ہو گئے۔ اب عمران بھی اس دراڑ میں اتر رہا تھا۔ جوزف اسی طرح جھک کر چلنے لگا جیسے اندھیرے میں کسی پر حملہ کرنے کا ارادہ ہو۔

وہ بہت زیادہ گہرائی میں چلے گئے اور پھر انہیں چڑھائی پر چلنا پڑا۔ یہ شاید کوئی خشک نالہ تھا۔

"اوہ.... یہ شاید کوئی بستی ہے!" عمران نے طویل سانس لے کر کہا۔ جوزف بھی اندھیرے میں ٹمٹماتے ہوئے بے ترتیب چراغوں کو گھور رہا تھا۔ ان کی پشت پر تاریک جنگل سائیں سائیں کرتا رہا۔ عمران اب پھر انہیں تین سایوں کی طرف متوجہ ہو گیا جن کے تعاقب میں یہاں تک پہنچا تھا۔ وہ اس وقت ایک کھلے میدان میں تھے اور دور سے بھی دیکھے جا سکتے تھے۔

اس بار انہیں چوپایوں کی طرح ہاتھوں اور پیروں پر چلنا پڑا۔ عمران نہیں چاہتا تھا کہ ان لوگوں کو تعاقب کا شبہ ہو سکے۔



چوہان، رابرٹو اور لزی کے بحری سفر میں دس منٹ سے زیادہ نہیں صرف ہوئے تھے مگر جس ساحل پر وہ اترے تھے جنگل والے ساحل کی طرح ویران نہیں تھا بلکہ اسے اچھی خاصی

بندرگاہ بنانے کے لئے جدید ترین طریقوں سے کام لیا گیا تھا اور وہ کسی تجارتی بندرگاہ سے کم نہیں معلوم ہوتی تھی۔ رائفلیں موٹر بوٹ ہی میں چھوڑ دی گئی تھیں لیکن بوٹ سے اترنے سے پہلے ہی انہیں وارننگ دی گئی تھی کہ اگر انہوں نے بھاگنے کی کوشش کی یا شور مچایا تو جیبوں میں پڑے ہوئے ریوالور انہیں چھلنی کر دیں گے اس سے چوہان نے اندازہ کر لیا کہ جزیرے پر ان لوگوں کا قبضہ نہیں ہے بلکہ وہ خود کسی ایسی ہستی سے خائف ہیں جسے ان کے ہاتھوں میں رائفلیں دیکھ کر اعتراض بھی ہو سکتا ہے ورنہ وہ رائفلیں موٹر بوٹ میں کیوں چھوڑ آتے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ بھی اچھا ہی ہوا کہ عمران، جوزف جولیا اور صفدر پہلے ہی نکل گئے تھے ورنہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ انہیں ویران ساحل ہی پر گولیاں مار دی جاتیں۔

موٹر بوٹ سے اتر کر وہ آہستہ آہستہ چلنے لگے انہیں صرف راستہ بتایا جا رہا تھا۔ اس کے علاوہ حملہ آور نے کسی سے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ ان کے آہستہ چلنے پر بھی اعتراض نہیں کیا تھا۔ انہیں کم از کم ایک گھنٹے تک ضرور چلنا پڑا ہوگا۔ اس کے بعد وہ ایک تاریک عمارت میں داخل ہوئے تھے۔

اندھیرے ہی میں انہوں نے صدر دروازہ بند ہونے کی آواز سنی۔

رابرٹو دل ہی دل میں عمران کو گالیاں دے رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہ زندگی کی آخری رات ہی ہو سکتی ہے۔ لزی کا چہرہ بھی ستا ہوا سا نظر آ رہا تھا۔ ہونٹوں پر پپڑیاں تھیں۔ چوہان کا ذہن بھی تفکرات سے خالی نہیں تھا۔

دفعتاً روشنی ہوئی اور انہوں نے خود کو ایک بڑے کمرے میں پایا۔

"ارے.... بالی بھی ابھی تک واپس نہیں آیا۔ ایک حملہ آور نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے حیرت ظاہر کی اور دوسروں کے چہروں پر بھی تشویش کے آثار دکھائی دینے لگے۔ پھر ایک آدمی نے تحکمانہ لہجے میں رابرٹو اور اس کے ساتھیوں سے کہا "بیٹھ جاؤ!" اور انہیں اس طرح گھورنے لگا جیسے ان پر مظالم شروع کرنے کا حکم ملتے ہی کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے گا۔

"عمران کہاں ہے؟ مجھے بتاؤ۔ ورنہ تم سب مار ڈالے جاؤ گے۔" اس نے کہا

"دیکھو بھئی!" چوہان نے طویل سانس لی۔ "ہمیں جو کچھ بھی معلوم تھا بتا چکے لیکن اگر تم کوئی شاندار جھوٹ ہی سننا چاہو تو اس میں بھی ہم پیچھے نہیں رہیں گے۔"

وہ تھوڑی دیر تک چوہان کو گھورتا رہا پھر بولا۔ "کیا تم بوغا کو بھی ہنسی کھیل سمجھتے ہو!"

"ہم نے کبھی کوئی ایسی بات نہیں سوچی!" چوہان نے بڑی ایمانداری سے کہا۔

"پھر بھی تم لوگوں نے بوغا کو بیوقوف بنانے کی کوشش کی تھی۔"

"میں نہیں سمجھا!" چوہان نے حیرت ظاہر کی۔

"ختم کرو!" دوسرے نے ہاتھ اٹھا کر کہا "ہمیں ان معاملات سے کیا سروکار۔ جو کچھ کہا جائے وہ کرو۔"

"اگر عمران ہی ہاتھ نہ لگا تو پھر ان لوگوں کو سمندر میں غرق کر دینا ہی بہتر ہوگا۔" پہلا بولا۔ اور ان تینوں کو گھورنے لگا۔

دفعتاً کمرے کے باہر سے قدموں کی آوازیں آئیں اور وہ چونک پڑے۔ چوہان بوکھلا گیا تھا کیونکہ کمرے میں صفدر اور جولیا داخل ہو رہے تھے۔ ان کے پیچھے ایک لحیم شحیم آدمی تھا جس کے کپڑوں پر خون کے دھبے نظر آ رہے تھے۔

"اوہ.... یہ کیا ہوا؟" حملہ آوروں نے بیک وقت کہا۔

"پھر بتاؤں گا.... پہلے ان لوگوں کو دیکھو...." لمبا آدمی بولا۔

وہ صفدر اور جولیا کو گھورنے لگے۔ پھر ایک بولا۔ "یہ ہنری کا ہمشکل ہے اور یہ مونا کی.... مگر.... کیا وہ دونوں نہیں ملے؟"

"وہ فرعینڈو ہی کے میک اپ میں تھا نا۔" لمبے آدمی نے پوچھا۔

"ہاں" جواب ملا۔

"تب میں نے اسے اور لمبے سیاہ آدمی کو جنگل میں دیکھا تھا اور چھپ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کے بقیہ آدمی کہاں ہیں شاید کالے آدمی نے مجھے دیکھ لیا تھا اور پھر اتنی تیزی سے حملہ کیا کہ میں سنبھل نہ سکا۔ اس نے شاید میرے سر پر رائفل کا کندہ مارا تھا.... میں بیہوش ہو گیا۔"

پھر اس نے بتایا کہ صفدر اور جولیا سے کیسے ملاقات ہوئی تھی؟

صفدر سمجھ گیا کہ کھیل ختم ہو چکا ہے اور وہ پہچان لئے گئے لیکن کیسے؟ کیا رابرٹو کی حرکت ہو سکتی ہے! رابرٹو جو عمران کے خلاف اپنا غصہ بھی ظاہر کر چکا تھا اس نے لزی اور رابرٹو کو بغور دیکھا

اور یہ بھی محسوس کیا کہ حملہ آوروں کے مخاطب وہ نہیں ہیں بلکہ عمران کے متعلق سوالات چوہان ہی سے پوچھے جا رہے ہیں تو پھر یہ رابرٹو ہی ہو سکتا ہے جس نے انہیں حقیقت سے آگاہ کیا ہے۔

"ٹھہرو!" دفعتاً وہ ہاتھ اٹھا کر بولا "تم لوگ خواہ مخواہ اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔ ہم لوگ تو تنخواہ دار ہیں۔ عمران ہمیں خود انگلیوں پر نچاتا رہتا ہے۔ لیکن اتنا ضرور جانتے ہیں کہ اب وہ تمہارے ہاتھ نہ آسکے گا جو شخص بوغا سے ٹکرانے کا دعویٰ رکھتا ہو وہ تمہیں کب خاطر میں لائے گا۔"

"بوغا سے ٹکرانے کا دعویٰ رکھتا ہو؟" لمبے آدمی نے حیرت سے دہرایا۔

"کیا تم نہیں جانتے؟"

"ہم اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتے کہ ہمیں اسے یہاں روکنا ہے اور اس کے ساتھیوں کو سمندر میں غرق کر دینا ہے!"

"اور اس کا کیا ہو گا؟"

"بوغا جانے۔" لمبے آدمی نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

"بس پھر اب ہمیں بور نہ کرو!" صفدر نے بھی کسی قسم کا خوف ظاہر کئے بغیر کہا۔

"ہوں!" لمبا آدمی جولیا کی طرف مڑا اور بائیں آنکھ دباتا ہوا مسکرا کر بولا۔ "کیا تم اپنی اصلی شکل نہیں دکھاؤ گی؟"

"اس کی ضرورت بھی کیا ہے!" صفدر نے کہا "ہمیں تو غرق ہونا ہے۔"

"ابھی نہیں!" لمبے آدمی نے کہا "ابھی تو میرے سر کی چوٹ پر کھرنڈ بھی نہیں آئی.... کیوں ہنی؟" وہ پھر جولیا کی طرف دیکھ کر مسکرایا تھا۔

"دیکھو دوست! اپنے کام سے کام رکھو!" صفدر اسے گھورتا ہوا بولا ورنہ ہم خود کو مجبور سمجھنے کے عادی نہیں ہیں۔"

"انہیں دیکھو تم لوگ!" لمبا آدمی اپنے ساتھیوں سے کہہ کر جولیا کی طرف دیکھنے لگا۔

صفدر، چوہان اور رابرٹو پر دو دو آدمی مسلط ہو گئے۔ لمبے آدمی سمیت ان کی تعداد سات تھی۔

جولیا پیچھے ہٹ رہی تھی اور لمبا آدمی آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ دفعتاً صفدر نے لمبے آدمی پر چھلانگ لگائی اور پھر اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہو گیا۔

چوہان اور رابرٹو اپنے اپنے قریب کھڑے ہوئے آدمیوں سے بھڑ گئے تھے۔ لزی نے بھی رابرٹو کا ہاتھ بٹانا چاہا لیکن رابرٹو اسے الگ ہی رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا ذہن دو اطراف میں بٹ گیا اور پھر حریف کے گھونسے نے اسے فرش ہی کی سیر کرادی جو بے خبری میں اس کی بائیں کنپٹی پر بیٹھا تھا۔ رابرٹو کا سر چکرایا اور آنکھیں بند ہو گئیں۔ پھر ہو سکتا ہے کہ سر پر پڑنے والی ٹھوکروں کا احساس تک نہ ہوا ہو۔

اب سات کے لئے صرف دو ہی رہ گئے لمبے آدمی نے کسی حیلے سے راستے ہی میں جولیا اور صفدر کو غیر مسلح کر دیا تھا۔ انہیں حالات کی خبر ہی کیا تھی ورنہ شاید وہ اس چکر میں نہ آتے۔ وہ تو سمجھتے تھے کہ وہ بحیثیت ہنری اور مونا ہر حال میں محفوظ ہیں۔

جولیا نے ایک گوشے سے ایک اسٹول اٹھایا کہ ایک آدھ پر تو کھینچ ہی مارے لیکن ہاتھ چلانے سے پہلے ہی وہ چھین لیا گیا۔ لزی دیوار سے لگی کھڑی کانپ رہی تھی۔

دفعتاً سامنے والی کھڑکی کا ایک شیشہ ٹوٹا اور ایک گولی دیوار سے ٹکرائی پھر قبل اس کے حملہ آوروں کے ہاتھ ان کی جیبوں کی طرف جاتے ایک غراتی ہوئی سی آواز آئی۔ "اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دو۔ میرے دونوں ہاتھوں میں ریوالور ہیں! اور گیارہ گولیاں!"

ساتھ ہی کمرے میں جولیا کا قہقہہ گونجا۔ کیونکہ اس نے عمران کی آواز پہچان لی تھی۔

حملہ آوروں کے ہاتھ اٹھ گئے اور جوزف دانت نکالے ہوئے کمرے میں داخل ہوا۔

"تم سب ہاتھ اوپر اٹھائے رکھو!" باہر سے پھر آواز آئی "جوزف! انہیں غیر مسلح کر دو!"

جوزف ان کی جیبوں سے ریوالور اور چاقو نکال کر فرش پر ڈالنے لگا۔

"صفدر.... اور.... چوہان!" پھر آواز آئی "تم یہاں ایسی چیزیں تلاش کرو، جن سے باندھا جا سکے۔"

"تم کون ہو؟" لمبے آدمی نے پوچھا۔

"بوغا کا پرانا نیاز مند فرینڈو.... جس کی بیوی مونا سے تم عشق جتا رہے تھے۔"

"عمران.... تم خواہ مخواہ اپنا وقت برباد کر رہے ہو۔" لمبے آدمی نے کہا "تمہیں یا تمہارے

آدمیوں کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا.... بوغا اگر چاہتا تو تم اپنے ملک ہی میں مار ڈالے جاتے۔"

"پھر وہ کیا چاہتا ہے؟.... صفدر اور چوہان کیا تم نے سُنا نہیں؟"

صفدر اور چوہان کمرے سے باہر نکل گئے۔

"ہمیں علم نہیں کہ وہ کیا چاہتا ہے.... ہمیں تو صرف اتنا ہی بتایا گیا ہے کہ تم یہاں رکھے جاؤ گے۔"

"خیر تو اب ہم تمہیں یہاں رکھیں گے!" قہقہے کے ساتھ کہا گیا۔

"پچھتاؤ گے۔" لمبا آدمی آنکھیں نکال کر بولا۔

"میری ساری زندگی پچھتاوے ہی میں گذری جارہی ہے اس لئے تمہیں اس کی فکر نہ ہونی چاہئے۔"

"اب میں کیا کروں باس؟" جوزف نے ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔

وہ ان کے ریوالور اور چاقو اپنے قبضے میں لے چکا تھا۔

"صفدر اور چوہان کی واپسی کے منتظر رہو۔" باہر سے آواز آئی۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ ساتوں باندھ کر فرش پر گرا دیئے گئے۔ ان میں سے لمبا آدمی ہی خاموش تھا کیونکہ بقیہ آدمی تو اسے ہی گالیاں دے رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ جو کچھ بھی ہوا ہے اسی کی غفلت کی بنا پر ہوا ہے، نہ وہ عمران کے ہاتھوں پٹ جاتا اور نہ عمران اس وقت کسی آوارہ بھیڑیئے کی طرح انہیں اچانک دبوچ بیٹھتا۔

جوزف اس کام سے نپٹنے کے بعد غائب ہو گیا تھا لیکن کسی نے بھی اس کی طرف دھیان نہیں دیا۔ عمران اِن لوگوں سے کچھ معلوم کر لینے کی فکر میں تھا۔

عمارت کے سارے دروازے اس نے اندر سے بولٹ کر دیئے تھے۔

عمران کے استفسار پر چوہان نے بتایا کہ وہ کسی طرح یہاں تک لائے گئے تھے۔ ساتھ ہی اپنے اس شبہے کا بھی اظہار کیا کہ بوغا کے آدمی ہی یہاں کے "سب کچھ" نہیں معلوم ہوتے بلکہ یہاں کسی اور کی حکومت ہے۔

"میرا دعویٰ ہے کہ یہ جزیرہ بھی بوغا ہی کا ہے۔!" رابرٹو بولا۔ جو اب ہوش میں آچکا تھا۔

"کیا تم پہلے بھی کبھی یہاں آچکے ہو.....؟" عمران نے پوچھا۔

"نہیں.... اترنے کا اتفاق تو نہیں ہوا۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ چند بار ہمارا اسٹیمر بھی اس چھوٹی سی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوا ہے۔!"

"ان لوگوں میں سے کسی کو پہچانتے ہو.....؟"

"کسی کو بھی نہیں.....!" رابرٹو نے جواب دیا۔

"پھر تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ یہ جزیرہ بھی بوغا ہی کا ہے.....!"

"ہو سکتا ہے کہ یہاں کے حاکم دوسرے ہوں لیکن بوغا سے بڑا حاکم کوئی بھی نہیں ہو سکتا۔"

"اے.....! کیا تمہاری کھوپڑی اس وقت گمدر ہلا رہی ہے.....؟" عمران آنکھیں نکال کر بولا "تم الٹی سیدھی باتیں کیوں کر رہے ہو.....؟"

"سمجھ کا پھیر ہے.....!" رابرٹو مسکرایا "تم بوغا کو نہیں جانتے۔"

"ہو سکتا ہے۔" عمران کا لہجہ خشک تھا "مگر تم اپنے سابقہ تجربات کی بناء پر اتنا تو بتا ہی سکو گے کہ ان سات آدمیوں کے علاوہ کسی اور سے تو مڈ بھیڑ ہونے کا امکان نہیں ہے.....؟"

"کچھ کہا نہیں جا سکتا..... ہو سکتا ہے اور بھی ہوں۔ ان معاملات میں وہ کوئی بندھا ٹکا اصول نہیں رکھتا۔ اکثر جزیرے ایسے ہیں جہاں اس کا صرف ایک ہی آدمی ملے گا۔ لیکن یقین جانو کہ وہی اس جزیرے کا حاکم ہوگا۔ خواہ سکہ کسی دوسرے ملک کا چلتا ہو.....!"

"ہائیں.....! پھر تم نے شاعری شروع کر دی۔"

"دیکھ ہی لوگے پاگل دوست! تم بوغا کو نہیں جانتے۔!"

"یہ بڑی اچھی بات ہے کہ میں بوغا کو نہیں جانتا۔ ورنہ تمہاری ہی طرح میں بھی فضول ہو کر رہ گیا ہوتا۔ تم کیسے ڈیوٹ ہو رابرٹو! ایک ہی ہاتھ کھا کر بیہوش ہو گئے تھے، حالانکہ تمہارا دعویٰ ہے کہ اطالوی حکومت نے تمہیں چالیس آدمیوں کے قتل کے الزام میں ماخوذ کیا تھا۔!"

"ہوں تو پھر.....؟" رابرٹو بُرا سا منہ بنا کر بولا "میں نے اس درمیان خود کو بہت کچھ بدل دیا ہے۔ اب میرا ہاتھ مشکل ہی سے اٹھتا ہے۔"

"خود کو سنبھالو..... ورنہ خود ہی اٹھ جاؤ گے..... ہم پکنک پر نہیں آئے ہیں، پیارے ڈان

ڑوان....!"

یک بیک برابر والے کمرے سے جوزف کے قہقہے کی آواز آئی.... وہ دروازے میں نظر آیا۔

"اوہ باس....! وہ مارا.... کام بن گیا....!" وہ بہت زیادہ خوش نظر آرہا تھا۔

عمران نے اسے گھور کر دیکھا لیکن وہ رانیں پیٹتا ہوا اپنی دھن میں کہے کہہ رہا تھا۔ "رم کے تین بیرل جو منہ تک بھرے ہوئے ہیں۔ اب میں عرصے تک ہاتھیوں سے بھی لڑ سکوں گا۔ خدا تم پر برکتیں نازل کرے.... مم.... مگر باس.... آؤ.... ایک چیز اور دکھاؤں۔!"

عمران نے نیچے سے اوپر تک اس کا جائزہ لیا اور پھر دوسروں کو وہیں ٹھہرنے کا اشارہ کر کے جوزف کے ساتھ چلنے لگا۔ وہ ایک راہداری سے گذر رہے تھے اور جوزف آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔ "اوہ باس! میں نے اپنی زندگی میں کبھی اتنا سونا نہیں دیکھا۔!"

پھر وہ قیدیوں کے کمرے کے قریب پہنچے ہی تھے کہ آواز آئی "ٹھہرو!"

عمران رک کر مڑا۔ لمبا آدمی سلاخیں پکڑے کھڑا انہیں سرخ سرخ آنکھوں سے گھور رہا تھا۔

"میرا نام بالی ہے!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "میں جانتا ہوں تم لوگ کس طرح لائے گئے ہو۔ بہتری اسی میں ہے کہ بوغا کو زیادہ غصہ نہ دلاؤ۔ کیا وہ تمہیں تمہارے ملک ہی میں قتل نہیں کرا سکتا تھا؟"

"پھر اس نے ہمیں زندہ چھوڑنے کی غلطی کیسے کر ڈالی؟"

"یہ تو وہی بتا سکتا ہے!"

"اس سے پوچھنے کہاں جائیں دوست؟ یہ بھی تم بتاؤ!"

"میں نہیں جانتا!" بالی نے لاپروائی ظاہر کرنے کے لئے اپنے شانوں کو جنبش دی۔

"اچھا یہی بتاؤ....! کیا تم اس اسٹیمر کے کپتان کو جانتے ہو جو ہمیں یہاں تک لایا تھا....؟"

"ہم اتنی ہی باتیں جانتے ہیں جتنی ہمارے لئے ضروری ہوں۔"

"اس لئے بہتر یہی ہے کہ اپنے ذہن کو زیادہ نہ الجھاؤ۔" عمران بائیں آنکھ دبا کر بولا "میں اتنا ہی کروں گا جتنے کی ضرورت ہوگی۔ کیا تمہیں کسی قسم کی کوئی تکلیف ہے؟"

"جہنم میں جاؤ۔" بالی جھلا کر بولا "لیکن تم یہاں سے ایک سوئی بھی نہ لیجا سکو گے۔ تمہیں اب اس جزیرے میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنا ہوگا۔"

"میں جوتے پہنتا ہوں دوست! اس لئے رگڑے جانے کے باوجود بھی میری ایڑیاں محفوظ رہیں گی۔ البتہ مر جانے پر کوئی پابندی نہیں ہے!"

عمران نے جوزف کو بڑھانے کے لئے دھکا دیا اور وہ راہداری طے کرنے لگے۔

"اس لمبے آدمی کو میرے حوالے کردو باس!" جوزف گڑگڑایا "میں اس کے سر پر شراب کی مالش کر کے جوتے لگاؤں گا۔"

"بلکہ میرا مشورہ تو یہ ہے کہ اب تم شراب میں جوتے بھگو کر خود ہی کھالیا کرو جوزف کے بچے تمہاری شیلالی کی تلاش نے سارا کھیل بگاڑ دیا۔

"نہیں اب اس کی ضرورت نہیں ہے! یہی تین بیرل کافی عرصے تک چلیں گے، رم غنیمت ہوتی ہے۔"

"اچھا اب بکواس بند..... تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ "

"تہ خانے میں باس! جہاں بیرل رکھے ہوئے ہیں اور سونا ہی سونا ہے میں کہتا ہوں، کاش اس کی بجائے بھی بیرل ہی ہوتے۔"

وہ عمران کو ایک ایسے کمرے میں لایا جس کے فرش پر قالین بچھا ہوا تھا۔ جوزف نے ایک گوشے میں قالین الٹ دیا۔ اسی جگہ فرش پر ایک سلیب کے نیچے تہہ خانے کا راستہ پوشیدہ تھا۔

"مگر تمہیں علم کیسے ہوا اس کا؟" عمران نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ وہ اسے اس کام کا اہل نہیں سمجھتا تھا۔

"ہائے باس!" وہ سینے پر ہاتھ مار کر بولا "میرا سینہ نہیں شراب کی بھٹی ہے۔ اس کھوپڑی میں مغز نہیں شراب کی تلچھٹ ہے۔ میرے جسم کو ایک بوتل سمجھو باس!"

"ابے تو مجھے بڑا بوتل ہی معلوم ہوتا ہے۔"

"مجھ میں روح نہیں صرف شراب ہے باس۔ اگر اس فرش کے نیچے شراب نہ ہوتی تو میں کبھی تہہ خانے کا پتہ نہ لگا سکتا..... ہائے شراب خود ہی میرے پاس دوڑی آتی ہے۔"

وہ خاموش ہو کر اپنے ہونٹ چاٹنے لگا۔

عمران نے سلیب اٹھایا۔ سامنے ہی سیڑھیاں تھیں۔ وہ نیچے اترتے چلے گئے۔

زینوں ہی پر ایک جانب دیوار پر سوئچ بورڈ لگا ہوا تھا جوزف نے ایک سوئچ آن کر کے تہہ خانے میں روشنی کر دی۔

"وہ دیکھو باس.... وہ رہے بیرل۔" جوزف چیخا۔

"خاموش رہو!" عمران غرایا اور جوزف نے سختی سے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔

"مگر سونا کہاں ہے؟" عمران نے نیچے پہنچ کر جوزف کی طرف جواب طلب نظروں سے دیکھا۔

"بس میں کسی بڑے برتن میں آج بھر کے لئے انڈیل لے جاؤں گا۔" جوزف نے سر ہلا کر بڑے خلوص سے کہا۔

"برتن کے بچے! سونا کہاں ہے؟"

"اوہ.... ارے!" جوزف اس طرح اچھل پڑا جیسے کسی نے غفلت میں چپت رسید کر دی ہو۔ "ارے یہیں تھا باس.... بالکل یہیں.... کک.... کیا.... ارے.... باپ رے.... کیا آپ کو وہ آواز یاد نہیں.... سس.... سانپ.... کی آواز.... بھھ.... بھوت...."

وہ فرش پر دوزانو ہو کر اپنے سینے پر ہاتھوں سے کراس بنانے لگا۔

"سیدھے کھڑے ہو جاؤ!" عمران غرایا۔

جوزف کسی مُردے ہی کے سے انداز میں اٹھ گیا اور آگے پیچھے جھولنے لگا۔

وہ کسی ہاتھی سے بھی ٹکرا جانے کی ہمت رکھتا تھا۔ لیکن بھوت پریت کے تصور ہی سے اس کی روح فنا ہوتی تھی۔

"ارے سیدھے کھڑے رہو!"

وہ پتھر کے بت کی طرح اکڑ کر بے حس و حرکت ہو گیا اب نہ تو اس کی پلکیں ہی جھپک رہی تھیں اور نہ پتلیاں گردش کر رہی تھیں۔

"تمہیں تہہ خانے کا راستہ کیسے معلوم ہوا تھا....؟ عمران نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"مم.... وہ.... میں دروازے کے قریب کھڑا ہوا تھا باس کہ اس کونے کی قالین پھدکنے لگی تھی۔"

"اور.... اس وقت تمہارا دم نہیں نکلا تھا.... بھوت کا خیال نہیں آیا تھا؟"

"میں سمجھا تھا کہ قالین کے نیچے چوہا ہے۔"

عمران سوچنے لگا کہ تب تو اس تہہ خانے سے باہر نکلنے کا کوئی اور راستہ بھی ہو سکتا ہے۔ جوزف کو متوجہ کرنے کے لئے کوئی آدمی یہاں موجود تھا.... اپنا کام کر کے چلا گیا ہوگا... مقصد اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ کسی قسم کے بھوت کی کہانی ہمارے ذہنوں پر مسلط کی جائے۔

"تب تو پھر بھوت ہی...." عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"ہے نا!... ارے باپ رے!" جوزف اچھل کر زینے کی طرف بھاگا۔

"ابے او بھوت کے بھتیجے.... یہ رم کے بیرل...." عمران نے للکارا۔

لیکن کون سنتا ہے۔ جوزف چھلانگیں لگاتا ہوا نکلا چلا گیا۔



سب سے بڑا سوال یہ تھا کہ آخر بوغا کی اس حرکت کا کیا مقصد تھا؟ لیکن فوری طور پر کسی کا بھی ذہن مقصد تک نہ پہنچ سکا۔

انہوں نے وہ رات بخیر و خوبی اسی عمارت میں گذاری تھی۔ بوغا کے ساتوں آدمی ان کے خیال کے مطابق اب بھی ان کی قید میں تھے اور عمران اچھی طرح جانتا تھا کہ صرف انہیں ساتوں آدمیوں پر بات ختم نہیں ہو گئی تھی۔ ان کے کچھ ساتھی اور بھی تھے۔ جنہوں نے پچھلی رات جوزف کو تہہ خانے کی طرف متوجہ کیا تھا اگر وہ چاہتے تو رات ہی کو ان کی گردنیں بھی اتار سکتے تھے کیونکہ ان میں سے کوئی لاکھ کوششوں کے باوجود بھی جاگتا نہیں رہ سکتا تھا۔ دن بھر کی تھکن آخر کار انہیں نیند کے بحر ذخار میں لے ہی ڈوبی تھی اور صبح کو آنکھ کھلتے ہی سب سے پہلے انہوں نے باقاعدہ طور پر باری باری اپنے ساتھیوں کا شمار تک کیا تھا اور پھر یہ دیکھ کر مطمئن ہو گئے کہ سب موجود ہیں۔

پھر اتفاق سے صفدر ٹہلتا ہوا قیدیوں کے کمرے کی طرف جا نکلا تھا اور تب اس خیال کی تردید ہو گئی تھی کہ وہ ہنوز ان کی قید ہی میں ہوں گے۔ کمرہ خالی نظر آیا تھا۔

"اگر وہی چاہتے تو ہمیں قتل کر دیتے۔" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

اس پر رابرٹو نے قہقہہ لگایا اور دیر تک ہنستا رہا پھر بولا "تم بوغا کو نہیں جانتے!"

"بکواس بند کرو!" عمران کو غصہ آ گیا۔ "تم سے زیادہ جانتا ہوں حتیٰ کہ بوغا کی لڑکی بھی اتنا نہیں جانتی.... جتنا میں جانتا ہوں.... تم دونوں نے بوغا کو کب سے نہیں دیکھا...."

"ظاہر ہے کہ جب تم بوغا کے جزیرے سے میرے جزیرے میں لائے گئے تھے وہ ہماری آخری ملاقات تھی۔" رابرٹو مسکرا کر بولا۔

"بکواس ہے!" عمران میز پر ہاتھ مار کر بولا "تم نے بوغا کو کل تک دیکھا ہے۔"

"کیا جوزف کے دھوکے میں شراب نے تمہیں پی لیا ہے؟" جولیا ہنس پڑی۔

"میں کہہ رہا ہوں کل تک دیکھا ہے۔" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"ضرور یہی بات ہے۔" جولیا ہنستی رہی۔ اس کے ساتھ سب ہی ہنستے رہے۔

"اچھا تو سنو! جہاز کا کپتان پیڈرو ہی بوغا تھا۔" عمران نے کہا اور یک بیک سناٹا چھا گیا۔

"نہیں یہ ناممکن ہے۔" رابرٹو احتجاجاً بڑبڑایا۔

"بھلا.... پیڈرو.... ڈیڈی کے تو ڈاڑھی ہے۔" لڑکی نے کہا۔

"وہ ڈاڑھی مصنوعی تھی جو تم دیکھتی رہی تھیں۔"

"ارے نہیں! عمران صاحب!" صفدر نے کہا۔

"یقین کرو!"

"آپ نے پہلے کبھی نہیں کہا۔"

"میں بلاضرورت کبھی کوئی بات نہیں کہتا.... اس وقت تذکرہ نکلا ہے تو سن لو!"

"اچھا اگر وہ بوغا ہی تھا تو آپ نے کچھ کیا کیوں نہیں؟"

"افسوس تو یہی ہے کہ میں نے اسے اس وقت پہچانا تھا جب کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ جب وہ پاگل ہو گیا تھا اور ہم جزیرے میں اترنے والے تھے اگر ایک دن پہلے بھی پہچان لیا ہوتا تو اسٹیمر پھر ہمارے ہی ملک کی طرف واپس جاتا اور بوغا کے ہاتھوں میں معمولی مجرموں کی طرح ہتھکڑیاں نظر آتیں اگر وہ پاگل نہ ہو جاتا تو شاید میں اسے پہچان بھی نہ سکتا۔ کیونکہ پاگل پن ہی میں بناوٹ کا ملمع اتر گیا تھا اور بوغا کی جھلکیاں نظر آنے لگی تھیں۔"

"اوہ تو کیا ڈیڈی پاگل ہو گئے.... آہ.... آنٹی بھی یہی کہا کرتی تھیں کہ یہ ایک دن ضرور پاگل ہو جائے گا۔" لزی نے سسکی سی لی۔

"نہیں! تم ڈرو نہیں۔" عمران مسکرایا "یہ پاگل پن صرف چند گھنٹوں کا ہ

"کیا مطلب؟" جولیا اسے گھورنے لگی۔

تب عمران نے انہیں پوری کہانی بتا کر کہا "لیکن میں نے اس پر یہ نہیں ظاہر ہونے دیا کہ میں اسے پہچان گیا ہوں۔ میں نے اس کے نام جو خط لکھا تھا وہ بھی ایسا ہی تھا کہ اسے شبہ بھی نہیں ہو سکے گا۔"

"تو یہ صرف بے مقصد شرارت تھی!"

"ہاں مقصد بس یہی تھا کہ بوغا کو اپنا ایک ہلکا سا نمونہ دکھایا جائے۔ کاش اس وقت یہ معلوم ہو گیا ہوتا کہ خود بوغا ہی اس شرارت کا شکار ہو رہا ہے تو شاید اتنا ہی وقت کچھ کر گذرنے کے لئے کافی ہوتا۔ اب دیکھنا ہے کہ بوغا ہوش میں آنے کے بعد کیا کرتا ہے۔"

بڑی دیر تک سناٹا چھایا رہا

پھر جولیا بولی۔ "لیکن مقصد؟.... آخر اس کا مقصد کیا ہو سکتا ہے؟ بوغا ہمیں کیوں لایا ہے؟ اگر وہ تم سے دشمنی رکھتا ہے تو جہاز پر بھی تمہیں.... بہ آسانی ختم کر سکتا تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ اب وہ مجھے کنوارا دیکھنا پسند نہیں کرتا۔" عمران نے بائیں آنکھ دبا کر کہا اور جولیا بُرا سا منہ بنائے ہوئے خاموش ہو گئی۔

"اچھا دوستو!" عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "مقصد بھی جلد ہی واضح ہو جائے گا۔ اب میری دانست میں چوہان کو بالی کی جگہ لینی چاہئے اور بقیہ دوسروں کی جگہ لیں گے۔ ایک کمرے میں میک اپ کا معقول سامان موجود ہے۔ جولیا لزی اور جوزف! تم تینوں اس عمارت ہی تک محدود رہو گے۔ حتیٰ کہ میں تمہیں بیرونی برآمدے میں بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔"

وہ کچھ سکوت میں گم ہو گئے۔

ہر فرد کچھ نہ کچھ سوچ رہا تھا۔

